میلاد شریف

نیاز و فاتح

سلام پڑھنا

استمداد کا بیان

قبروں کی زیارت

عقائد و مسائل پر مشتمل بہترین کتاب

قبروں پر پھول ڈالنا

قبروں کو بوسہ دینا

عقائد و معمولات

اہلسنّت

مُردوں کا سننا

قبر پر گنبد بنانا

مُردوں کو تلقین کرنا

قبروں پر چادر چڑھانا

غائب کو پکارنا

عرس کا بیان

امکان کذب

علم غیب کا بیان

مزارات پر روشنی کرنا

شفاعت کا بیان

قبر میں شجرہ رکھنا

اولیاء اللہ کے لئے جانور ذبح کرنا

کلمہ طیبہ کا ثواب

کفن پر کلمہ لکھنا

مصنف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبد المتین سہروردی بہاری مدظلہ

صدر مدرس مدرسہ عزیزیہ بہار شریف

تخریج محمد نعیم اللہ خاں

بی۔ایس سی، بی ایڈ، ایم اے اردو پنجابی و تاریخ

کتب خانہ امام احمد رضا دربار مارکیٹ لاہور

0313-8222336, 0321-4716086

میلاد شریف، کھڑے ہو کر سلام پڑھنا، نیاز و فاتحہ، قبروں کی زیارت، قبروں کو بوسہ دینا
پختہ قبر اور گنبد بنانا، قبروں پر چادر چڑھانا، استمداد کا بیان، قبروں پر پھول ڈالنا، مُردوں کا سننا
مُردوں کو تلقین کرنا، عرس کا بیان، علم غیب، غائب کو پکارنا، امکان کذب، شفاعت، مزارات پر روشنی کرنا
ذبح لغیر اللہ، کفن پر کلمہ وغیرہ لکھنا، قبر میں شجرہ رکھنا، کلمہ طیبہ کا ثواب مردوں کو بخشنا

جیسے عقائد و مسائل پر مشتمل بہترین کتاب



عقائد اہلسنّت

مصنف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبد المتین سہروردی بہاری مدظلہ

صدر مدرس مدرسہ عزیزیہ بہار شریف

کتب خانہ امام احمد رضا دربار مارکیٹ لاہور
0313-8222336
0321-4716086

نام کتاب	عقائد و معمولات اہلسنت (قرآن وحدیث کی روشنی میں)
تالیف	حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالمتین سہروردی بہاری مدظلہٗ
کمپوزنگ	محمد طارق روحانی پبلی کیشنز داتا دربار مارکیٹ لاہور
اشاعت:	دہم، جنوری 2015ء
ہدیہ	60 روپے

ملنے کے پتے

کتب خانہ امام احمد رضا دربار مارکیٹ لاہور، مکتبہ قادریہ، مسلم کتابوی
والضحیٰ پبلیکیشنز، کرمانوالہ بک شاپ، چشتی کتب خانہ، دارالعلم پبلیکیشنز
ہجویری بک شاپ، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، نوریہ رضویہ پبلیکیشنز، نشان منزل دارلنور
صراط مستقیم پبلی کیشنز (دربار مارکیٹ لاہور)، مکتبہ اہلسنت مکہ سنٹر لاہور
نظامیہ کتاب گھر زبیدہ سنٹر لاہور، مکتبہ قادریہ، مکتبہ الفرقان
مکتبہ تنظیم الاسلام گوجرانوالہ، مکتبہ نظامیہ، جامعہ نظامیہ نبی پورہ شیخوپورہ،
مکتبہ جلالیہ صراط مستقیم، رضا بک شاپ گجرات، مکتبہ رضائے مصطفےٰ
فیضان مدینہ کھاریاں، مکتبہ الفجر سرائے عالمگیر، اہلسنہ پبلی کیشنز دینہ
مکتبہ ضیاء السنہ، فیضان سنت، مہریہ کاظمیہ ملتان، احمد بک کارپوریشن
اسلامک بک کارپوریشن، مکتبہ غوثیہ عطاریہ، مکتبہ اویسیہ رضویہ، مکتبہ حنفیہ بہاولپور
علامہ فضل حق پبلی کیشنز لاہور، مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ، مکتبہ برکات المدینہ کراچی
مکتبہ غوثیہ کراچی، نورانی ورائٹی ہاؤس ڈیرہ غازی خان، مکتبہ المجاہد بھیرہ شریف

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○

اس پر آشوب زمانہ میں جبکہ غضب وتعصب لوگوں کے درمیان حد سے بڑھ گیا ہے اور امتِ محمدیہ میں عقائد کا اختلاف بہت زیادہ ہوگیا ہے اور ان کی رائیں مختلف ہورہی ہیں اور آپس میں نفرت وبغض وعناد پیدا ہوگیا ہے اور اہلسنّت وجماعت کی شان میں سخت گوئی اور ان کے افعال واقوال پر بے سمجھے بوجھے شرک وبدعت کے بے جا فتوے جاہلوں کی طرف سے ہونے لگے ہیں اور بزرگانِ دین واولیاء کرام کی شان میں گستاخی اور علمائے ربانی کی طرف سے بدگمانی اور ان کے ساتھ بدتمیزی وبدگوئی ہورہی ہے۔

ان ہی پریشان کن صورتوں نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ مختلف فیہ مسائل کو قرآن وحدیث کی روشنی میں سہل طور پر بیان کردوں تاکہ اظہارِ حقیقت ہوجائے اور عوام کو بے جا اعتراض کرنے والوں کی زیادتی اور ان کی جہالت کا حال معلوم ہوجائے اور اہلسنّت وجماعت یعنی سنیوں کے صحیح راہ پر ہونے کا حال سبھوں پر ظاہر ہوجائے۔ یوں تو ہر ایک جماعت کا یہی دعویٰ ہے کہ میں ہی حق پر ہوں اور دوسرے باطل راہ پر ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو جبکہ نبی کریم ﷺ نے پہلے ہی خبر دے دی ہے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ میری امت ۷۳ فرقے پر تقسیم ہوجائے گی اور وہ سارے کے سارے جہنم میں جائیں گے مگر ایک فرقہ نجات پائے گا۔ حاضرین نے دریافت کیا: یارسول اللہ ﷺ! نجات پانے والا فرقہ کون ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو ان اصولوں پر قائم ہوگا جن پر میں اور میرے صحابہ قائم ہیں؛

اور مسند امام احمد بن حنبل اور ابوداؤد شریف میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ۷۲ فرقے دوزخ میں جائیں گے اور ایک فرقہ جنت میں داخل ہوگا اور اسی جنتی فرقہ کا نام جماعت ہے۔ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ جماعت کا لفظ فرقہ اہلسنّت و جماعت کے نام کا اصلی جزو ہے، جیسا کہ اوپر کی حدیث سے معلوم ہوا۔ اور ترمذی شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے، جو شخص جماعت سے الگ ہوگا وہ دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ اور بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے" کہا' فرمایا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' جو شخص جماعت سے الگ ہو کر مر جائے وہ بے دینی کی موت مرے گا۔ اب ہر ایک کو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ فرقہ ناجیہ یعنی نجات پانے والی جماعت سے مراد اہلسنّت و جماعت یعنی سنی لوگ ہیں۔ اس کے بعد مختلف فیہ مسائل ثبوت کے ساتھ بیان کئے جاتے ہیں۔

میلاد شریف کا بیان

کُل علمائے محققین کے نزدیک محفلِ میلاد شریف مستحب اور مستحسن اور موجب خیر و برکت ہے، اور کنز العمال میں ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر اور آپ کی پیدائش کا تذکرہ عبادت ہے اور رحمت و برکت کے نازل ہونے کا بہترین ذریعہ ہے۔

سوال کیا قرآن مجید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا تذکرہ آیا ہے؟

جواب بیشک اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خبر اور نبی ہونے کی خبر اپنی کتاب قرآن مجید میں بہت جگہ دی ہے اور مختلف عنوانوں سے بہت تعریف کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے (آل عمران: ۸۱،۸۰ الجمعہ: ۲' آل عمران: ۱۴۶) اور پہلے پیغمبروں کی زبانی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اور تشریف آوری کی بشارت دنیا والوں کو دلوائی ہے۔

(الاعراف: ۱۵۷' الصف: ۶)

سوال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا تذکرہ حدیث شریف میں کس طرح مذکور ہے؟ بیان کیجئے۔

جواب حضور ﷺ نے خود اپنی ولادت کا تذکرہ کیا ہے (مسلم ج ا ص ۳۶۸، مشکوۃ ص ۵۱۳، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۶۳) اور اپنا نسب بیان فرمایا ہے اور صحابہ کرام نے مختلف عنوان سے حضور ﷺ کی ولادت کو بیان کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۹۲، المعجم الکبیر ج ۹ ص ۳۱۱) یہ بیشمار حدیثوں سے ثابت ہے۔ ان میں چند حدیثوں کو ذیل میں درج کرتا ہوں۔

حدیث ۱: ترمذی شریف اور بیہقی شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنا نسب اور پیدائش کا تذکرہ منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۰۱، مشکوۃ ص ۵۱۳، مسند احمد ج ا ص ۲۱۰)

حدیث ۲: طبرانی اور مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی پیدائش کے ساتھ اور نبیوں کی پیدائش کو بھی بیان فرمایا۔ (مشکوۃ ص ۵۱۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۱، مسلم ج ۲ ص ۲۴۵)

حدیث ۳: طبرانی میں ہے کہ غزوۂ تبوک سے جب سب لوگ واپس آئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ میرا دل چاہتا ہے کہ حضور ﷺ کی تعریف کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بیان کرو اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو ہر آفت سے بچائے، پس انہوں نے آپ کی پیدائش کا حال بیان کیا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۶۷، ۶۸)

حدیث ۴: زرقانی شریف میں ہے کہ بعض صحابہ کو حضور نبی کریم ﷺ نے خود فرمایا کہ میرا حال بیان کرو۔ انہوں نے آپ ﷺ کی بڑائی اور آپ ﷺ کی ولادت شریف کا واقعہ منبر پر کھڑے ہو کر اچھی طرح بیان کیا۔

حدیث ۵: مواہب لدنیہ میں ہے کہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی تعریف آپ ﷺ کے سامنے کی۔ اس وقت آپ ﷺ نے ان کو دعا دی اور فرمایا: آج مجھ کو تمہارے کلام سے ایسی خوشی ہے کہ ایسی خوشی پہلے نہ ہوئی تھی۔

(ان احادیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے سامنے واقعۂ ولادت شریف کو بیان کیا اور آپ ﷺ سن کر بہت خوش ہوئے اور ان کو دعا دی)

حدیث ۶: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ اپنے گھر میں سرکار دو عالم ﷺ کی میلاد شریف کر رہے تھے اور لوگ سن کر خوش ہو رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کر رہے تھے اور درود شریف پڑھ رہے تھے۔ اتنے میں حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا:

تم لوگوں کے واسطے میری شفاعت حلال ہوگئی۔ (رسالہ تنویر از امام سیوطی ص ۲۹)

حدیث ۷: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ حضرت عامر انصاری کے گھر گیا۔ وہ اپنے گھر میں اپنی قوم اور اولاد کو آنحضرت ﷺ کی ولادت شریف کا واقعہ سکھلا رہے تھے اور کہتے تھے: آج کا دن ہے، آج کا دن ہے۔ حضور ﷺ نے اس وقت فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے واسطے رحمت کا دروازہ کھول دیا اور سب فرشتے تم لوگوں کیلئے دعائے مغفرت کر رہے ہیں، جو شخص تمہاری طرح واقعۂ ولادت بیان کرے گا تمہاری طرح اس کو نجات ملے گی۔ (بحیہ رضیہ)

سوال میلاد شریف کے متعلق محدثین و فقہائے کرام و مشاہیر علمائے عظام کے اقوال کیا ہیں؟ کچھ ان کو بھی بیان فرما دیجئے۔

جواب ذرا غور سے سنو! ان کے اقوال یہ ہیں۔ (۱) حضرت مولانا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محفل میلاد شریف میں لوگوں کا جمع ہونا اور قرآن شریف کا پڑھنا اور ان معجزات کو بیان کرنا جو اس بارے میں وارد ہیں، اس کے بعد کھانا کھلانا اچھا فعل ہے۔ اس کے کرنے والوں کو ثواب ملتا ہے، کیونکہ اس میں حضور ﷺ کے مرتبے کی تعظیم اور آپ ﷺ کے پیدا ہونے کی خوشی کا اظہار ہے۔ (الحاوی للفتاویٰ ج ا ص ۱۸۹) (۲) سیرت شامی میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے مولود شریف کی خوشی کے اظہار میں آدمی کو بقدرِ نیت ثواب ملتا ہے۔ (۳) محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، مصر، شام اور عرب کے دوسرے شہروں میں لوگ نبی کریم ﷺ کی مجلسِ میلاد میں جمع ہوتے ہیں اور ماہ ربیع الاوّل کا چاند دیکھ کر بہت خوشی مناتے ہیں اور اچھے کپڑے پہنتے ہیں اور طرح طرح کی زینت کرتے ہیں اور خوشبو لگاتے ہیں اور فقراء پر صدقہ اور خیرات کرتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کے ذکرِ مولود شریف سننے کیلئے بہت اہتمام کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ بہت اجر پاتے ہیں اور کامیابی حاصل کرتے ہیں اور خیر و برکت، سلامتی اور عافیت، روزی میں ترقی، مال و اولاد میں زیادتی اور شہروں میں امن و امان اور گھروں میں سکون و قرار پاتے ہیں۔ (المیلاد النبوی ص ۵۸) (۴) حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ

ہمیشہ مسلمان ربیع الاوّل میں جمع ہو کر کھانا کھلاتے ہیں اور طرح طرح کے صدقات کرتے ہیں اور خوشی مناتے ہیں اور مولود شریف پڑھتے ہیں، جس کے سبب ان پر برکت ہوتی ہے اور مولود شریف کی خاصیتوں میں سے ایک مجرب خاصیت یہ ہے کہ تمام سال امن و امان رہتا ہے اور لوگوں کے مقصد اس سے حاصل ہوتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جس نے آپ ﷺ کی پیدائش کی رات کو عید بنایا۔ (۵) حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد نے مجھے فرمایا کہ میں میلاد شریف میں کھانا پکا کر آنحضرت ﷺ کو تحفہ بھیجا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میرے پاس کچھ نہ تھا تو چنے لوگوں کو تقسیم کر دیئے۔ پس میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ وہ چنے آپ ﷺ کے پاس رکھے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ مسکرا رہے ہیں۔ (الدر الثمین ص ۴۰)

(۶) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ہر سال ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ کو لوگ مجلسِ میلاد شریف منعقد کرتے ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں۔

اس کے بعد میں حاضر ہو کر حضور ﷺ کے فضائل اور واقعۂ ولادت شریف کو بیان کرتا ہوں، پھر کھانا یا شیرینی پر فاتحہ دے کر حاضرینِ مجلس میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(فتاویٰ عزیزی، انوار ساطعہ ص ۱۲۶)

(۷) حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ ''مولد النبی'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ المشائخ حضرت علامہ سخاوی محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جو برسوں مکہ معظمہ میں مجلسِ میلاد شریف کی حضوری میں مشرف ہوئے اور اس کی برکت کو معلوم کیا۔ ہمیشہ تمام ملکوں اور بڑے بڑے شہروں کے مسلمان، جس ماہ میں آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے، جمع ہوتے ہیں اور دعوتیں کرتے ہیں اور عمدہ عمدہ کھانا کھلاتے ہیں اور قسم قسم کے صدقے کرتے ہیں اور خوشی کرتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے مولود شریف پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ اس کے سبب سے ان پر بڑی برکت ظاہر ہوتی ہے، جیسا کہ تجربہ کیا گیا ہے۔ (المورد الروی فی مولد النبی ص ۲۶، ۲۷)

(۸) حضرت امام شرف الدین جزری نے منجملہ مولود شریف کی خاصیتوں کے

ایک خاصیت یہ بیان کی ہے کہ اس سال میں بلاؤں سے امن وامان رہتا ہے اور مقصود کے جلد حاصل ہونے کی بشارت ہوتی ہے۔

(۹) حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں کہ مولود شریف میں ذکرِ ولادت خیر البشر ﷺ کا ہوتا ہے اور وہ فرحت وسرور کا سبب ہے۔ شرع میں اس قسم کے فرحت وسرور کیلئے لوگوں کا جمع ہونا جس میں ناپسندیدہ کام نہ ہو منع نہیں ہے' اور فی الواقع جس قدر خوشی حضور ﷺ کی ولادت شریف میں ہے دوسری چیز میں نہیں۔

(۱۰) حضرت مولانا شاہ عبدالغنی محدث دہلوی کے متعلق حضرت مولانا شاہ عبدالحق مہاجر مکی فرماتے ہیں کہ آپ ربیع الاوّل کی ۱۲ تاریخ کو ۱۲۸۷ھ میں نبی کریم ﷺ کی میلاد شریف میں جو کہ مدینہ منورہ کی مسجد نبوی میں تھی' تشریف لائے۔ میلاد شریف صحنِ مسجد میں تھی اور ایک بزرگ منبر پر روضۂ اقدس کی طرف متوجہ ہو کر واقعۂ ولادت شریف بیان کر رہے تھے اور ہمارے مولانا اور تمام حاضرین سن رہے تھے' اور ذکر ولادت کے وقت جبکہ قیام کیا گیا تو آپ نے بھی قیام فرمایا۔ اس محفل کی برکت اور کیفیت جو ظاہر ہوئی احاطۂ بیان سے باہر ہے۔

حضرت ملا علی قاری' علامہ ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہ مولود شریف میں کھانا کھلایا کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ اگر مجھ کو مقدور ہوتا تو میں ربیع الاوّل میں مہینہ بھر مولود شریف کیا کرتا۔

کھڑے ہو کر سلام پڑھنے کا بیان

سوال کیا میلاد شریف میں تذکرۂ ولادت کے وقت کھڑے ہو کر سلام پڑھنا جائز ہے؟

جواب بیشک جائز ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ (پ ۲۶ ع ۹ سورہ الفتح آیت ۹) نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتوقیر کرو۔ تو جب آپ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کا حکم ہوا تو ذکر ولادت کے وقت قیام تعظیمی اللہ

تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہوا' اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے خود اپنی پیدائش کا ذکر منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا۔ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۰۱)

سوال کیا پہلے علماء میلاد شریف میں ذکر ولادت کے وقت کھڑے ہو کر سلام پڑھا کرتے تھے؟

جواب ہاں ضرور۔ بڑے بڑے علمائے محققین ومحدثین وفقہائے ہندوستان' مکہ معظمہ' مدینہ منورہ' مصر' شام' جدہ' فارس' اندلس وغیرہ کے ذکرِ ولادت کے وقت کھڑے ہو کر سلام پڑھا کرتے تھے۔

سوال ان علمائے کرام ومحدثین کے نام سے مجھے واقف کیجئے جو کہ کھڑے ہو کر سلام پڑھا کرتے تھے۔

جواب سنو۔ ان میں سے چند حضرات کے نام یہ ہیں۔ (۱) حضرت علامہ سخاوی محدث (۲) حضرت علامہ ابن جوزی (۳) حضرت شیخ سعدی (۴) امام جعفر برزنجی (۵) حضرت مولانا جلال الدین سیوطی (۶) حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی (۷) حضرت مولانا شاہ عبدالحق مہاجر مکی (۸) حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۹) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۰) حضرت مولانا شاہ عبدالغنی (۱۱) حضرت مولانا سلامت اللہ (۱۲) حضرت مولانا ثناء اللہ پانی پتی (۱۳) حضرت مولانا عبداللہ حنفی' مفتی مکہ (۱۴) حضرت مولانا شیخ جمال' مفتی مکہ (۱۵) حضرت علامہ شیخ عبدالرحمٰن مکی (۱۶) حضرت مولانا سعید شافعی' مفتی مکہ (۱۷) حضرت مولانا شیخ محمد بن عبداللہ حنبلی' مفتی مکہ (۱۸) حضرت مولانا حسین مالکی مفتی (۱۹) حضرت مولانا محمد عمر' مفتی شافعی (۲۰) حضرت امام محقق ابوزرعہ عراقی حنفی (۲۱) حضرت علامہ حافظ ابن حجر' شارح بخاری۔

سوال اس کے متعلق کچھ اور بھی بیان کیجئے۔

جواب بہت سے محدثین وعلمائے کرام کے افعال واقوال کھڑے ہو کر سلام پڑھنے کے متعلق بیان کئے جا چکے ہیں اور خاص طور پر حنفی علماء وفقہاء ومحدثین کے اقوال وافعال بتائے جا چکے ہیں۔ اب ایک نئی بات یہ سنو۔ مالکی مذہب کے علماء سے سوال کیا گیا کہ میلاد

شریف میں قیام کرنا کیسا ہے؟ اس کا جو جواب دیا گیا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا مندوب و جائز ہے۔ یہی سوال حنبلی مذہب کے علماء سے کیا گیا تو جواب یہ ملا۔ قیام کرنا آنحضرت ﷺ کی ولادت کے وقت اہلِ فضل وعلم نے اس کو مسنون رکھا ہے۔ یہی سوال شافعی مذہب کے علماء سے کیا گیا تو جواب یہ ملا۔ جناب سیّد المرسلین ﷺ کے مولود شریف میں ذکرِ ولادت کے وقت آپ ﷺ کی تعظیم کیلئے قیام کرنا ایسا امر ہے جس کے استحباب واستحسان میں کوئی شک نہیں اور اس کے کرنے والوں کو بڑا ثواب ملتا ہے، کیونکہ یہ قیام تعظیمی ہے اور تعظیم بھی اس نبی ﷺ کی جس کے سبب سے خداوندِ کریم نے ہم کو کفر کے اندھیرے سے نکال کر ایمان کی روشنی میں داخل کیا، اور انہیں کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو جہل کی آگ سے نکال کر معارف وایقان کے باغ میں پہنچا دیا۔ پس آنحضرت ﷺ کی تعظیم کرنا رضائے الٰہی کا باعث ہے۔ جو شخص شافعی ہونے کا دعویٰ کرے، اسے چاہیے کہ اس فتویٰ کو پڑھ کر قیام کو مستحب وجائز تسلیم کرے اور آئندہ اس پر عمل کرے، ورنہ لازم آئے گا کہ ان کے پیشوا غلطی پر تھے۔

نیاز وفاتحہ کا بیان

فاتحہ مروجہ جس میں کھانا، شیرینی وغیرہ سامنے رکھ کر قرآن شریف پڑھ کر کسی مومن کی روح کو ثواب بخشا جاتا ہے، یہ سرکار دو عالم ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین وعلماء صالحین وفقہائے کرام ومحدثین ومفسرین کے فعلوں سے ثابت ہے، اور اہلسنّت وجماعت کا یعنی سنیوں کا مذہب ہے کہ عبادتِ بدنی جیسے نماز، روزہ، حج وغیرہ اور عبادتِ مالی جیسے گوشت، روٹی، حلوا، مٹھائی، روپیہ، کپڑا وغیرہ دونوں کا ثواب جس کو بخش دیا جائے اس کو ملتا ہے۔ ہدایہ جو کہ فقہ میں بہت معتبر اور مشہور کتاب ہے، اس میں ہے کہ جو انسان اپنی نماز، روزہ، صدقہ وغیرہ کا ثواب کسی کو بخشنا چاہے تو اہلسنّت وجماعت کے نزدیک جائز ہے۔

سوال کیا ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہ مسلک ہے کہ مُردوں کو نماز، روزہ، صدقہ وغیرہ کا ثواب پہنچتا ہے؟

جواب ہاں، حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علمائے سلف کا مذہب ہے کہ نماز، روزہ، صدقہ وغیرہ کا ثواب دوسروں کو پہنچتا ہے۔

سوال کیا عبادت بدنی و مالی کا ثواب مردوں کو پہنچنا حدیثوں سے بھی ثابت ہے؟

جواب ہاں، بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے۔

سوال ذرا ان حدیثوں کو بیان کر دیجئے۔

جواب سنو۔ صرف ترجمہ ان حدیثوں کا سناتا ہوں۔

حدیث ۱: حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا، پس کون سا صدقہ ان کے واسطے افضل ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پانی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک کنواں کھود کر کہا کہ یہ کنواں سعد کی ماں کیلئے ہے۔

(مشکوۃ شریف باب فضل الصدقۃ، نسائی ج ۲ ص ۱۳۲)

حدیث ۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک شخص کی ماں قضا کر گئی تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر میں اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کروں تو اس کا ثواب ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، اس کو ثواب ملے گا۔ (بخاری شریف کتاب الوصایا، صحیح مسلم کتاب الوصیۃ، موطا امام مالک کتاب الرہن، سنن نسائی کتاب الوصایا، بخاری کتاب الجنائز باب موت الفجاءۃ بغتۃ)

حدیث ۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ میرا باپ بلا وصیت کے مر گیا، اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اس کے گناہوں کا کفارہ ہوگا؟ فرمایا کہ ہاں ہوگا۔

(مسلم شریف کتاب الوصیۃ، باب وصول ثواب الصدقات الی المیت، نسائی کتاب الوصایا)

حدیث ۴: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ زندوں کا تحفہ مردوں کے واسطے استغفار اور صدقہ ہے۔ (دیلمی شریف)

حدیث ۵: حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرمایا، اگر میت کی جانب سے کوئی

شخص بکری کا بچہ صدقہ کرے گا تو البتہ اللہ تعالیٰ اس کو قبول کرے گا میت کی طرف سے۔

(کنز العمال)

حدیث ۶: حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میری ماں انتقال کر گئی اور اس نے کچھ صدقہ نہیں کیا۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو ثواب ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اس کو ثواب ملے گا۔ اس نے کہا: میری ماں نے ایک باغ چھوڑا ہے، میں حضور ﷺ کو گواہ رکھتا ہوں اس پر کہ وہ باغ میں نے اس کی طرف سے صدقہ کیا۔ (کنز العمال، بخاری شریف کتاب الوصایا، موطا امام مالک کتاب الرہن، ترمذی ابواب الزکوٰۃ، نسائی کتاب الوصایا)

حدیث ۷: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میری ماں اپنی زندگی میں میرے مال سے حج اور صدقات اور رشتہ داروں کے ساتھ سلوک اور محتاجوں کی مدد کیا کرتی تھیں۔ اب وہ قضا کر گئیں، اگر ہم ان کی طرف سے یہ کام کریں تو ان کو نفع پہنچے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ہاں۔ (کنز العمال)

حدیث ۸: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص پسند کرے کہ اپنے باپ کو قبر میں کچھ بخشے تو چاہیے کہ اپنے باپ کے بھائیوں کے ساتھ بخشش کرے اپنے باپ کے بعد۔

(ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

حدیث ۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قبرستان میں داخل ہو اور سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص، سورۂ تکاثر پڑھ کر کہے، اے اللہ! میں نے تیرے کلام کا ثواب اس قبرستان کے مومنین و مومنات کو بخشا تو وہ مردے اس کی شفاعت اللہ کے پاس کریں گے۔ (شرح الصدور ص ۱۳۰)

حدیث ۱۰: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص قبرستان سے گزرے اور گیارہ بارہ سورۂ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخش دے تو مردوں کے شمار کے برابر اس شخص کو ثواب ملے گا۔ (کنز العمال، شرح الصدور ص ۱۳۰)

سوال ان حدیثوں کو بھی بیان کر دیجئے جن میں سامنے کھانا رکھ کر دعاء کرنے اور فاتحہ

کرنے کا ثبوت ہے۔

جواب سنو۔ ان حدیثوں کا بھی ترجمہ نقل کر دیتا ہوں۔

حدیث ۱: علامہ علی قاری حنفی نے اپنے فتاویٰ اوزجندی میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کے لڑکے حضرت ابراہیم کے انتقال کا تیسرا دن ہوا تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ایک پیالہ میں دودھ اور جو کی روٹی اور خرما لا کر حضور ﷺ کے سامنے رکھا۔ آپ ﷺ نے اس پر ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھا اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کی اور چہرۂ مبارک پر پھیرا اور یہ فرمایا کہ میں نے اس کا ثواب اپنے بیٹے ابراہیم کو بخش دیا۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت ابوذر سے فرمایا کہ آپس میں تقسیم کر لو۔ اس حدیث سے کئی باتیں ثابت ہوئیں۔ (۱) کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ کرنا حضور ﷺ کے فعل سے ثابت (۲) فاتحہ میں کیا پڑھا جاتا ہے (۳) سوئم کا ثبوت (۴) بچوں کیلئے دودھ کا فاتحہ (۵) فاتحہ کا ثواب مُردوں کو بخشنے کا طریقہ (۶) بعد فاتحہ دونوں ہاتھوں کو چہرہ پر پھیرنا (۷) اچھے لوگوں کے فاتحہ کی چیز لوگوں کیلئے بھی کھانا جائز۔ اس حدیث کو حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب "ہدیۃ الحرمین" عربی کے تیرہویں باب ص ۶۸، ۶۹ میں نقل کیا ہے۔

حدیث ۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوۂ تبوک میں جب لوگ بھوکے ہوئے تو جس کے پاس خرما اور روٹی وغیرہ کے ٹکڑے بچے ہوئے موجود تھے، حضور ﷺ نے اس کو دستر خوان پر جمع کرایا اور دعا فرمائی۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۸)

حدیث ۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میری والدہ نے کھجور، گھی اور پنیر کا کھانا ایک برتن میں رکھ کر حضور ﷺ کے پاس بھیجا۔ آپ ﷺ نے اس کھانے پر اپنا دست مبارک رکھ کر جو اللہ کو منظور تھا پڑھا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۹) ان دونوں حدیثوں سے بھی کھانا سامنے رکھ کر اس پر کچھ پڑھنا اور دعا کرنا حضور ﷺ کے فعل سے ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ فاتحہ میں ہوا کرتا ہے۔

سوال کیا فاتحہ کرنے میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص ہی پڑھا جاتا ہے یا اور سورۃ بھی پڑھنا ثابت ہے؟

جواب جس قدر قرآن کریم پڑھ کر مردوں کو بخشنا چاہے بخش سکتا ہے، مگر بہتر طریقہ فاتحہ کا وہ ہے جو کہ شرح لباب میں مذکور ہے۔

سوال ذرا مجھ کو وہ طریقۂ فاتحہ کا بتادیجئے۔

جواب سنو۔ شرح لباب میں جو طریقۂ فاتحہ مذکور ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔ فاتحہ کرنے والا آیۃ الکرسی اور سورۂ تکاثر اور سورۂ کافرون ایک ایک مرتبہ اور سورۂ اخلاص تین یا پانچ یا سات یا گیارہ مرتبہ اور سورۂ فلق و سورۂ والناس ایک ایک مرتبہ اور سورۂ فاتحہ کے بعد الٓمّٓ مُفْلِحُوْنَ تک پڑھ کر اس کا ثواب مُردوں کو بخش دے، جو چیز بھیجے گا اس کا ثواب مُردہ کو پہنچے گا۔

سوال کیا فاتحہ کرنے میں درود شریف نہیں پڑھی جاتی ہے؟

جواب اوّل و آخر ایک یا تین مرتبہ درود شریف پڑھی جاتی ہے۔ درود شریف کا پڑھنا موجبِ برکت اور عبادت اور دعا و عمل کے مقبول ہونے کا ذریعہ ہے۔

سوال مشاہیر علماء، مفسرین، محدثین کے اقوال و افعال نیاز و فاتحہ کے متعلق کیا ہیں؟ ذرا مجھے بھی خبردار کردیجئے۔

جواب ان کے اقوال ذیل میں درج کرتا ہوں۔ اصل عبارت فارسی میں ہے، مگر میں اس کا ترجمہ بیان کرتا ہوں۔

(۱) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی مجموعہ زبدۃ النصائح ص ۴۲ میں تحریر فرماتے ہیں کہ قبروں کی زیارت کرنا اور صالحین کی قبروں سے برکت لینا اور قرآن شریف پڑھ کر اس کا ثواب ان کو بخشنا اور دعاء خیر کرنا اور کھانا یا شیرینی تقسیم کرنا بہت بہتر چیز ہے، علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ اور عرس کیلئے دن مقرر کرنا اس لئے ہے کہ اس دن دنیا سے آخرت کی طرف اس بزرگ کا انتقال ہوا ہے۔

(۲) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی دوسرے مقام میں ارشاد فرماتے ہیں۔ جس کھانے کا ثواب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بخشیں اور اس پر سورۂ فاتحہ اور درود شریف پڑھیں، وہ متبرک ہوجاتا ہے، اس کا کھانا بہت اچھا ہے۔

(فتاویٰ عزیزی)

(۳) ''صمصام قادری'' میں مولانا عبداللہ گجراتی نے جو تحریر فرمایا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔ نیاز کرنا اچھے لوگوں کا طریقہ ہے۔

(۴) ''انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ'' ص ۱۰۰ میں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔ پس دس مرتبہ درود شریف پڑھ کر ختم خواجگان کو تمام کریں اور تھوڑی شیرینی پر خواجگانِ چشت کا فاتحہ دیں اور خدائے تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کریں۔

(۵) زبدۃ النصائح ص ۱۳۲ میں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ ملیدہ اور کھیر بزرگوں کے فاتحہ کیلئے پکانا اور ثواب ان کی روحوں کو بخشنا اور لوگوں کو کھلا دینا' اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ جائز ہے۔ منّت کا کھانا مال دار کیلئے ناجائز ہے اور بزرگوں کے فاتحہ کی چیز مال داروں کیلئے بھی کھانا جائز ہے۔

(۶) جناب مولوی اسمٰعیل اپنی کتاب صراط مستقیم ص ۶۴ میں لکھتے ہیں۔ یہ خیال نہ کریں کہ مردوں کو کھانا یا فاتحہ کے ذریعہ نفع پہنچانا بہتر نہیں ہے۔ یہ بہت بہتر اور افضل طریقہ ہے۔ اس کے بعد آپ فاتحہ کرنے کا طریقہ یوں بیان کرتے ہیں۔ فاتحہ کرنے والا وضو کرکے دو زانو نماز کی طرح بیٹھے اور چشتیہ سلسلہ کے بزرگان مثلاً حضرت خواجہ معین الدین چشتی و حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی وغیرہم کے نام فاتحہ دے کر ان بزرگوں کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں درخواست کرے۔

(۷) تقریر ذبیحہ میں جناب مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کوئی خصی پالے تاکہ اس کا گوشت عمدہ ہو جائے' اس کو ذبح کرکے بڑے پیر رحمۃ اللہ علیہ کو فاتحہ دیا جائے اور وہ لوگوں کو کھلا دیا جائے' اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۸) شیخ عبدالقادر جیلانی عرف بڑے پیر صاحب' حضرت خواجہ معین الدین اجمیری' حضرت قطب الدین بختیار کاکی' حضرت نظام الدین اولیاء' حضرت بابا فرید الدین گنج شکر' حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی' حضرت مخدوم شرف الدین احمد یحیٰی منیری' حضرت مخدوم احمد چرم پوش تیغ برہنہ' حضرت شیخ سعدی' حضرت مولانا شاہ عبدالحق مہاجر مکی' حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی' حضرت مولانا جلال الدین سیوطی وغیرہم بھی اس

کے قائل اور اس پر عامل تھے۔

سوال جب کوئی چیز ایک آدمی کے نام فاتحہ دیا جائے تو پورا ثواب اسی ایک آدمی کو ملے گا۔ اگر اس میں چند مردوں کو شریک کر دیا جائے تو ثواب تقسیم ہو کر ہر مردہ کو ملے گا یا ہر ایک کو پورا پورا؟

جواب شامی جلد اوّل میں ہے کہ حافظ ابن حجر مکی شارح بخاری سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص قبرستان والوں کو سورۂ فاتحہ پڑھ کر بخشے تو سورۂ فاتحہ کا ثواب تقسیم ہو کر مردوں کو ملے گا یا سب کو پورا پورا سورۂ فاتحہ کا ثواب ملے گا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جماعت کا فتویٰ ہے کہ سب کو پورا پورا ملے گا اور یہی اللہ تعالیٰ کے وسیع فضل کے لائق ہے۔

قبروں کی زیارت کا بیان

قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ اور صحابہ کرام برابر قبروں پر بغرض ایصال ثواب تشریف لے جایا کرتے تھے اور دوسروں کو قبروں کی زیارت کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ بہت سی حدیثوں سے یہ ثابت ہے کہ حضور رسول اکرم ﷺ نے قبروں کی زیارت کی بڑی تاکید فرمائی ہے، کیونکہ قبروں کی زیارت موت اور آخرت کو یاد دلاتی ہے۔ ان میں سے چند حدیثیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

حدیث ۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت فرمائی۔ (مسلم شریف، مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب زیارۃ القبور پہلی فصل)

حدیث ۲: حضرت عبادہ بن صالح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ہر سال کے شروع میں شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لایا کرتے تھے اور آپ ﷺ کے چاروں خلفاء بھی آیا کرتے تھے۔ (بیہقی شریف)

حدیث ۳: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ غمگین قبرستان تشریف لے گئے اور خوش خوش واپس آئے۔ میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری ماں کو زندہ کر دیا اور میرا کلمہ پڑھایا، اور ایک روایت

میں ہے کہ میرے باپ کو اور میری ماں کو زندہ کر کے میرا کلمہ پڑھایا۔ (طبرانی)

حدیث ۴: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا "پہلے میں نے تم لوگوں کو زیارت قبور سے منع کیا تھا' اب تم لوگوں کو حکم دیتا ہوں کہ قبروں کی زیارت کیا کرو"۔ (مسلم شریف' مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب زیارۃ القبور پہلی فصل)

حدیث ۵: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قبروں کی زیارت کرو کیونکہ وہ موت کو یاد دلاتی ہے۔ (مسلم' ابن ماجہ)

حدیث ۶: حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو مسلمان اپنے بھائی مسلمان کی قبر کی زیارت کو جاتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے تو وہ مردہ اس سے محبت پاتا ہے اور اس کا دل اس کے بیٹھنے سے بہلتا ہے۔ (بیہقی شریف)

حدیث ۷: حضرت ابو ہریرہ' حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جب کوئی مسلمان اپنے بھائی مسلمان کی قبر کے پاس سے گذرتا ہے اور دنیا میں اس سے ملاقات تھی تو وہ مردہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اگر اس کو سلام کرے تو سلام کا جواب دیتا ہے' اور جب تک اس کے پاس بیٹھا رہے مردہ کا اس سے دل بہلتا ہے۔

(دیلمی شریف' الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۵۱ الطحطاوی ص ۳۴۱)

حدیث ۸: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ رات کو میرے پاس تشریف رکھتے تو آخر رات کو مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں تشریف لے جاتے اور فرماتے' تم پر سلام اور جس کا تم وعدہ کئے گئے ہو کل تمہارے پاس وہ چیز آئے گی اور ان شاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔ اے اللہ! بقیع والوں کے گناہ بخش دے۔ (مسلم شریف ج ۱ ص ۱۳' مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب زیارۃ القبور تیسری فصل' نسائی ج ۱ ص ۲۲۲' ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۱۲)

سوال کیا مردے زندہ لوگوں کو دیکھتے اور پہچانتے ہیں؟

جواب ضرور' جیسا کہ حدیث ص ۶'۵ سے معلوم ہو چکا۔

سوال کیا اس قسم کی روایتیں حدیث میں اور بھی ہیں؟

جواب ہاں' اس قسم کی بہت سی حدیثیں ہیں' کچھ اور روایتیں میں تمہیں سناتا ہوں۔

روایت۹: حضرت ہاشم بن محمد سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ایک اہلِ علم کو کہتے سنا کہ ایک شخص برابر اپنے والد کی قبر کی زیارت کو جایا کرتا تھا۔ جب زمانہ دراز ہو گیا تو خیال ہوا کہ کیا مٹی کی زیارت کو جاؤں۔ پھر اس نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا۔ وہ کہتے ہیں اے میرے بیٹے! تم اب زیارت کو کیوں نہیں آتے جس طرح پہلے آیا کرتے تھے۔ اس نے کہا: کیا مٹی کی زیارت کو آؤں؟ والد نے فرمایا: اے بیٹے ایسا نہ کہو' خدا کی قسم! جس وقت تم آتے تھے' دکھائی دیتے تھے' اور اس وقت میرے پڑوسی تمہارے آنے کی بشارت مجھ کو دیتے تھے' اور جب تم واپس ہوتے تھے تو میں تم کو برابر دیکھتا رہتا تھا' یہاں تک کہ تم کوفہ شہر میں داخل ہو جاتے۔ (بیہقی شریف)

حدیث۱۰: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں مدینہ میں اس مکان میں جہاں حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار مبارک ہے' بے لحاظ اور بے حجاب چلی جاتی تھی' اور جی میں یہ کہتی تھی کہ یہاں میرے شوہر اور باپ ہیں (ان سے پردہ نہیں) مگر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدفون ہوئے تو قسم خدا کی اس روز سے بغیر پردہ کے میں نہ جاتی تھی کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شرم آتی تھی۔ (مستدرک' مسند امام احمد ج ۶ ص ۲۰۲' مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب زیارۃ القبور تیسری فصل)

حدیث۱۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' کہا' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے' البتہ مردہ سنتا ہے ان کے جوتوں کی آواز کو جب اس کی طرف پیٹھ کر کے لوٹتے ہیں۔ (طحاوی شریف' مشکوٰۃ کتاب الایمان' باب اثبات عذاب القبر' مستدرک ج ۱ ص ۳۸۰' بخاری ج ۱ ص ۱۷۸' مسلم ج ۲ ص ۳۸۶)

حدیث۱۲: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' مردہ اپنے غسل دینے والے کو اور کفن ۔ ۔ ۔ ور اٹھانے والے اور قبر میں اتارنے والے کو پہچانتا ہے۔ (طبرانی شریف' مشارق الانوار)

روایت۱۳: حضرت عاصم جحدری کی اولاد ۔ ۔ ۔ ں نے کہا کہ میں نے حضرت عاصم کو دو برس یا کئی برس کے بعد خواب میں دیکھا تو پوچھا: کیا آپ کا انتقال نہیں ہوا ہے؟ کہا' کیوں نہیں؟ پوچھا کہ آپ کہاں ہیں؟ کہا' خدا کی قسم میں جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری

میں ہوں، اور میرے چند احباب ہیں، ہم لوگ ہر شب جمعہ اور جمعہ کی صبح کو ابو بکر بن عبداللہ مزنی کے پاس جمع ہوتے ہیں تو تمہاری خبریں پاتے ہیں۔ خواب دیکھنے والے نے کہا کہ ہم لوگوں کی زیارت کرنے کو آپ جانتے ہیں؟

کہا، ہاں۔

سوال کیا عورتوں کو قبروں پر زیارت کیلئے جانا جائز ہے؟

جواب ہاں، پردہ کے ساتھ جانا جائز[1] ہے۔ پہلے عورت و مرد دونوں کیلئے قبروں کی زیارت جائز قرار دی گئی تھی۔ جب عورتوں نے بے صبری کے ساتھ قبر پر جا کر رونا، گریبان پھاڑنا، بال نوچنا، چہرہ پر طمانچہ مارنا وغیرہ وغیرہ ناجائز کام شروع کیا تو زیارتِ قبور سے دونوں کو منع کر دیا گیا۔ پھر جب وہ ناشائستہ باتیں جاتی رہیں تو پھر دونوں کو زیارتِ قبور کی اجازت ملی۔

سوال کیا صحابیہ، تابعیہ کا قبروں پر جانا حدیث سے ثابت ہے؟

جواب ضرور ثابت ہے۔ چند حدیثیں میں سناتا ہوں۔

حدیث ۱: حضرت ابن ملیکہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خلیفۂ اوّل کے لڑکے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا انتقال جب ملکِ عراق کے علاقہ موضع حبشی میں ہوا اور مکہ معظمہ میں دفن کئے گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب حج کرنے کو مکہ معظمہ آئیں تو اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کو گئیں۔ (ترمذی شریف، مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب دفن المیت تیسری فصل)

حدیث ۲: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کو جایا کرتی تھیں اور نماز پڑھتی تھیں اور ان کے پاس روتی تھیں۔ (احیاء العلوم، شرح الصدور ص ۲۱۰)

حدیث ۳: حضرت عطّاف بن خالد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میری خالہ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں شہدائے احد کی زیارت کو گئی تو ان پر سلام کیا تو سلام کا جواب سنا اور ان مردوں نے کہا: خدا کی قسم! ہم تم کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح ہمارا بعض بعض کو پہچانتا ہے۔ وہ

(۱) اس مسئلہ میں علماء کے دو قول ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے جس قول کو اختیار کیا وہ یہ ہے کہ عورتوں کا مزارات پر جانا ممنوع ہے۔ (ناشر) اس موضوع پر اعلیٰ حضرت کا ایک رسالہ بھی ہے۔

کہتی ہیں کہ یہ سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ (بہشتی شریف)

حدیث ۴: حضرت فاطمہ خزاعیہ کہتی ہیں کہ ایک دن آفتاب ڈوبتے وقت شہدائے اُحد کے قبور پر میرا گزر ہوا' اور میرے ساتھ میری بہن بھی تھیں۔ میں نے کہا' چلو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے چلیں۔ ہم دونوں ان کی قبر پر ٹھہرے اور ہم نے کہا: اے رسول اللہ کے چچا آپ پر سلام' پس ہم نے سنا کسی نے ہمارے سلام کا جواب دیا' وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اس وقت ہمارے پاس کوئی آدمی نہ تھا۔ (وفاء الوفاء' شرح الصدور ص ۲۱۰)

سوال آپ نے مجھے قبروں کی زیارت کا طریقہ نہیں بتایا۔ اس سے مجھے واقف کر دیجئے۔

جواب سنو۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ زیارت کرنے والا اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف اور اپنا چہرہ مردہ کے چہرہ کے مقابل کرے اور فاتحہ پڑھے' اور بزرگوں کی قبروں کی زیارت کے وقت ادب کا ایسا ہی لحاظ رکھے جیسا ان کی حالتِ زندگی میں رکھا کرتا تھا' اور غمگین اپنے گناہوں سے ڈرتا ہوا مؤدب کھڑا ہو اور اپنے گناہوں کی معافی میں اس بزرگ کا وسیلہ پکڑے اور یہ سمجھے کہ وہ بزرگ میری طرف دیکھ رہے ہیں۔

سوال فاتحہ پڑھنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب پہلے ایک یا تین بار درود شریف پڑھے۔ اس کے بعد ایک مرتبہ سورۂ تکاثر' ایک مرتبہ سورۂ کافرون' تین یا پانچ یا سات یا گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص' ایک مرتبہ سورۂ فلق' ایک مرتبہ سورۂ ناس' ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ' پھر چند آیتیں سورۂ بقرہ کی شروع کی مُفلِحُوْنَ تک پڑھے' پھر ایک یا تین بار درود شریف پڑھ کر ہاتھ اٹھائے اور یہ کہے' اے اللہ تعالیٰ! میں نے جو کچھ قرآن شریف پڑھا' اس کا ثواب سرکارِ دو عالم ﷺ کو پہنچ کر فلاں مردہ کو پہنچے۔ اور اگر کسی کو جلدی ہو یا اس قدر سورتیں یاد نہ ہوں تو اوّل و آخر درود شریف کے ساتھ گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص' ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر بخش دے (یا جتنا پڑھ سکے) یہی طریقہ کھانا' شیرینی وغیرہ پر فاتحہ دینے کا بھی ہے۔ صرف بخشنے کے وقت اس طرح کہے گا۔ میں نے جو کچھ قرآن پڑھا' اس کا ثواب اور یہ تحفہ سرکار دو عالم ﷺ کو پہنچ کر فلاں مردہ کو پہنچے۔

(فتاویٰ سراجیہ، عالمگیری، بحرالرائق وغیرہ)

قبروں کو بوسہ دینے کا بیان

سرکار دو عالم ﷺ کی قبر مبارک کا بوسہ دینا بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے اور اولیاء کرام و والدین کی قبروں کا بوسہ لینا نیز متبرک چیزوں کا بوسہ لینا بہت سی روایتوں سے ثابت ہے۔ صحابۂ کرام اور علمائے عظام نے اس پر عمل بھی کیا ہے۔ قبر کے بوسہ کی مثال ایسی ہے جیسے قرآن شریف کو غلاف و جزدان کے ساتھ بوسہ لینا۔ اس بوسہ میں غلاف و جزدان کے کپڑے کو بوسہ لینا مقصود نہیں ہوتا اور نہ کوئی یہ سمجھتا ہے، بلکہ قرآن شریف کا بوسہ لینا مقصود ہوتا ہے اور یہی سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح قبر کو بوسہ لینے میں اس بزرگ کو بوسہ لینا مقصود ہوتا ہے اور یہی خیال کیا جاتا ہے۔

سوال قبروں اور متبرک چیزوں کو بوسہ لینے کی حدیثیں اور روایتیں کس طرح ہیں؟ بیان کر دیجئے۔

جواب اچھی طرح غور سے سنو۔ میں اسے بیان کرتا ہوں۔

(۱) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس فتح کر کے واپس ہوئے اور مقام جابیہ میں پہنچے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ملک شام میں مقرر کیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں، اے بلال! یہ کیا ظلم ہے کہ تو میری زیارت کو نہیں آتا۔ اس خواب سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ بہت غمگین اور پریشان خوف زدہ بیدار ہوئے اور سواری پر سوار ہو کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب مدینہ منورہ پہنچے تو روضۂ اقدس میں قبر مبارک کے پاس پہنچ کر رونے لگے اور اپنا چہرہ قبر شریف پر ملنے لگے۔ اتنے میں حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما تشریف لائے۔ پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان دونوں کو لپٹانے اور چومنے لگے۔

(وفاء الوفاء، شفاء السقام ص ۴۴، ابن عساکر فی تاریخ دمشق ج ۷ ص ۱۳۷)

(۲) حضرت ابو الحسین یحییٰ سے مروی ہے کہ مروان ایک مرتبہ روضۂ اقدس پر

حاضر ہوا تو دیکھا کہ ایک شخص قبر شریف سے لپٹا ہوا ہے اور اپنا منہ قبر پر رکھے ہوئے ہے، تو مروان نے ان کی گردن پکڑی تو انہوں نے کہا کہ میں پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں اور نہ اینٹ کے پاس آیا ہوں۔ میں تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ قبر سے لپٹنے والے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔

(مسند امام احمد بن حنبل ج ۵ ص ۴۲۲، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۵، المستدرک ج ۴ ص ۵۱۵)

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے، مروی ہے کہ جب حضور ﷺ کا وصال ہوا تو حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہوئیں اور تھوڑی مٹی حضور ﷺ کی قبر مبارک سے لے کر اپنی آنکھوں سے لگا کر بہت روئیں اور دو شعر پڑھے، جن کا ترجمہ یہ ہے۔ جس نے حضور ﷺ کی قبر مبارک کی خاک سونگھنے کا شرف حاصل کیا ہے اس کو زمانہ دراز تک خوشبو سونگھنے کی ضرورت نہیں۔ مجھ پر ایسی مصیبتیں آ پڑی ہیں کہ اگر وہ مصیبتیں دنوں پر پڑتیں تو مارے غم کے رات سے بدل جاتا۔ (نزہۃ المجالس، مشارق الانوار)

(۴) حضرت امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے لڑکے عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد سے پوچھا کہ اگر کوئی رسول اللہ ﷺ کے منبر کو چھوئے اور بہ نیتِ تبرک چومے یا قبر مبارک کو بہ نیتِ تبرک وثواب بوسہ دے تو اس کا یہ فعل جائز ہوگا یا نہیں؟ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا: اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ (مشارق الانوار)

(۵) علامہ بدر الدین عینی شرح بخاری جلد چہارم میں لکھتے ہیں کہ مجھ کو حافظ ابوسعید نے خبر دی کہ میں نے امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اس جزءِ قدیم میں جس پر ابن ناصر اور دوسرے حفاظِ حدیث کی مہر تھی، دیکھا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے حضور اکرم ﷺ کے مزار شریف اور منبر کو بوسہ دینے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(۶) علامہ شبراملسی نے مواہب کے حاشیہ پر اور علامہ رملی نے منہاج میں بیان کیا ہے کہ اگر قبر چومنے میں برکت حاصل کرنے کا قصد ہو تو مکروہ نہیں ہے اور علامہ رملی کے والد ماجد نے اس کے جواز پر فتویٰ دیا ہے۔ (مشارق الانوار)

(۷) ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ جنت کے دروازہ اور حور کا بوسہ لوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ ماں کے قدم کو اور باپ کی پیشانی کو بوسہ دے۔ اس نے عرض کیا کہ اگر میرے ماں باپ نہ ہوں تب؟ آپ نے فرمایا کہ والدین کی قبر کو بوسہ دے۔ (کفایہ شعبی)

(۸) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ فقہ کی بعض روایتوں میں بھی ماں باپ کی قبر کو بوسہ دینے کا تذکرہ آیا ہے۔

(۹) وفاء الوفاء میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنا دایاں ہاتھ حضور ﷺ کی قبر پر رکھا کرتے تھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنے دونوں رخساروں کو بھی قبر شریف پر رکھا کرتے تھے۔

(۱۰) شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اکابر علماء و صوفیاء سے گزرے ہیں، وہ فرماتے ہیں۔

اگر بوسہ برخاک مرداں زنی
بمردی کہ پیش آیدت روشنی

ترجمہ: اگر تو مردانِ خدا کی قبر کا بخلوص اعتقاد بوسہ دے تو جوانمردی کی قسم ہے کہ تجھ کو نور باطن حاصل ہوگا۔

پختہ قبر اور گنبد بنانے کا بیان

مختار مسلک اور مفتی بہ قول یہ ہے کہ مشائخ، علماء، صلحا، اولیاء سادات کی قبروں کو اوپر سے پختہ بنانا اور قبروں کے گرد قبہ اور گنبد بنانا جائز و درست ہے اور یہ مستند دلیلوں سے ثابت ہے۔

سوال میں وہ مستند دلیلیں سننا چاہتا ہوں۔

جواب سنو۔ ان شاء اللہ بہت سی دلیل سناؤں گا۔

(۱) قرآن شریف پندرہواں پارہ سورۂ کہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَارَيْبَ

فِيهَا اِذْ يَتَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلٰى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا. (پ ۱۵ ع ۱۵ سورہ الکہف آیت ۲۱)

ترجمہ: ہم نے لوگوں کو اصحاب کہف کے حال پر مطلع کر دیا تاکہ یقین کر لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت کے ہونے میں کسی قسم کا شک نہیں۔ جب اصحابِ کہف کے حال پر لوگ مطلع ہوئے تو ان کے بارے میں جھگڑنے لگے اور بولے کہ ان کے غار پر عمارت بنادو' ان کا پروردگار ان کے حال سے خوب واقف ہے' جو لوگ ان کے معاملہ میں غلبہ رکھتے تھے وہ بولے کہ ہم ان کے غار پر مسجد بنائیں گے۔

قرآن شریف کی یہ آیت قبر پر قبہ بنانے کیلئے روشن دلیل ہے۔

(۲) مذکورہ آیت کی تفسیر میں علامہ خفاجی شرح بیضاوی میں لکھتے ہیں کہ اصحاب کہف کے غار پر مسجد بنانے سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ علماء وغیرہ کی قبروں پر عمارت قائم کرنا جائز ہے' جیسا کہ تفسیر کشاف میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے' اور یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ اس عمارت یا مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

(۳) حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر کبیر میں اسی آیت کریمہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ شہر کے سرداروں نے یہ کہا تھا کہ ہم غار پر مسجد بنائیں گے' تاکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس مسجد کے ذریعہ اصحابِ کہف کے نشانات باقی رکھیں۔

پس بڑے بڑے مفسرین اور محققین کے بیان سے قبہ بنانے کا جواز بھی ثابت ہو گیا۔

(۴) تفسیر روح البیان میں کشف النور سے منقول ہے کہ اولیاء' علماء صلحا کی قبروں پر قبہ بنانا جائز ہے' جبکہ اس سے عام لوگوں کی نگاہوں میں تعظیم کا قصد کیا جائے تاکہ لوگ صاحب قبر کی توہین نہ کریں۔

(۵) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں جلوہ افروز ہوئے اور وہ حجرہ اس وقت کھجور کی شاخوں سے بنا ہوا تھا۔ اس کے بعد کئی مرتبہ وہ حجرہ بنایا گیا اور بنوانے والے حضرات صحابۂ کرام اور تابعین وغیرہ تھے۔ اگر مزار پر عمارت بنانا ناجائز ہوتا تو صحابۂ کرام نہ بناتے یا صحابۂ کرام میں اختلاف ہو جاتا اور پھر دوبارہ' سہ بارہ

حجرہ نہ بنایا جاتا۔

وہ حجرہ جس میں حضور ﷺ کا مزار شریف ہے، پہلے کھجور کی شاخوں سے بنا ہوا تھا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کو بڑھایا تو حجرہ کچی اینٹ سے بنوا دیا، پھر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ولید کے حکم سے حجرہ کو منہدم کر کے نقشہ دار پتھروں سے بنوا دیا اور اس پر کسی نے انکار نہ کیا، اور ۶۷۸ھ میں قلاؤں صالحی کے دورِ سلطنت میں حضور ﷺ کے روضۂ اقدس پر ایک بہت بڑا گنبد بنا جس کو لوگ گنبدِ خضرا کہتے ہیں، جو کہ مسجد نبوی کے گنبدوں سے بہت زیادہ بلند اور بڑا ہے۔ اگر قبہ کا بنانا ناجائز و حرام ہوتا تو صحابۂ کرام اور تابعین اس کے مرتکب ہرگز نہ ہوتے۔ (عینی شرح بخاری، جذب القلوب)

(۶) درمختار میں ہے کہ مختار مسلک یہ ہے کہ قبر پر عمارت بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(۷) میزان شعرانی جلد ثانی میں ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قبروں کو اوپر سے پختہ بنانا اور گنبد اس پر بنانا جائز و درست ہے۔

(۸) بدایۃ المجتہد جلد اوّل میں ہے کہ قبروں کا پختہ بنانا حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ ہے اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے۔

(۹) عینی شرح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش کی قبر پر قبہ بنوایا اور محمد بن حنفیہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لڑکے، نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر پر قبہ بنوایا۔

(۱۰) مجمع بحار الانوار جلد ثالث میں ہے کہ سلف صالحین نے علماء، فضلاء، اولیاء کی قبروں پر قبہ بنانا جائز رکھا ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اس میں بیٹھ کر آرام پائیں۔

(۱۱) علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ سلف صالحین نے مشائخ اور مشہور علماء کی قبروں پر قبہ بنانے کو جائز رکھا ہے تاکہ لوگ ان کی

زیارت کریں اور اس کے نیچے بیٹھ کر آرام پائیں۔

(۱۲) فتاویٰ شامی جلد اوّل میں جامع الفتاویٰ سے منقول ہے کہ مشائخ اور علماء اور سادات کی قبروں پر قبہ بنانا مکروہ نہیں ہے۔

(۱۳) طحاوی میں دُرر سے منقول ہے کہ قبر پختہ نہ بنائی جائے اور لیپی نہ جائے اور اس پر عمارت نہ بنائی جائے، مگر مختار مسلک یہ ہے کہ قبر اوپر سے پختہ بنانا اور اس کو لیپنا اور اس پر قبہ بنانا جائز ہے۔

(۱۴) فتاویٰ امدادیہ میں کبیری سے منقول ہے کہ اس زمانہ میں لوگوں نے قبروں کو اوپر سے پختہ بنانے کی عادت اختیار کی ہے تاکہ قبر محفوظ رہے، کفن کے چرائے جانے سے، اور لوگوں نے قبروں کو اوپر سے پختہ بنانا اچھا سمجھا ہے اور سرکار دو عالم ﷺ کا فرمان ہے کہ جس کو صائب عقل رکھنے والے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

(۱۵) شرح السنۃ میں ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے لڑکے حضرت ابراہیم کی قبر پر کنکریوں کو بچھوادیا (م) غالباً مٹی پر کنکری بچھانے کی غرض یہ ہوگی کہ نشانِ قبر باقی رہے اور اوپر سے پختہ قبر کی غرض بھی یہی ہے۔

(۱۶) ابوداؤد شریف میں حضرت قاسم رضی اللہ عنہ خلیفۂ اوّل کے پوتے سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی پھوپھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ آپ میرے لئے سرکار دو عالم ﷺ اور خلیفہ اوّل و خلیفہ دوم کی قبروں کو کھول دیجئے۔ جب انہوں نے کھولا تو میں نے دیکھا کہ وہ قبریں نہ زیادہ اونچی تھیں، نہ نیچی، اور ان قبروں پر موضع عرصہ کی کنکریاں سرخ سرخ رنگ کی بچھی ہوئی تھیں۔ (مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب دفن المیت دوسری فصل) اس سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم ﷺ اور خلیفہ اوّل و دوم کی قبروں پر سرخ کنکریوں کے بچھانے والے صحابۂ کرام تھے اور یہ قبروں کو پختہ بنانے کی مثل ہے، اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مزاروں پر چادر چڑھی ہوئی تھی جس کو کھولنے کیلئے حضرت قاسم نے اپنی پھوپھی سے کہا۔ اصل عبارتِ حدیث یہ ہے۔

اِكْشِفِي لِيْ عَنْ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ.

ترجمہ: میرے لئے حضور ﷺ اور دونوں خلیفوں کی قبروں پر سے چادر یا غلاف کھول دیجئے۔

سوال اگر کوئی کہے کہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے حجرہ کا دروازہ کھولنے کو کہا تھا تو کیا یہ غلط ہوگا؟

جواب بے شک یہ مطلب غلط ہے' کیونکہ کشف کا لفظ پردہ یا چادر وغیرہ اٹھانے یا کھولنے کیلئے آتا ہے اور دروازہ کھولنے کیلئے فتح کا لفظ آتا ہے اور مذکورہ حدیث میں کشف کا لفظ آیا ہے جس سے چادر یا غلاف کا کھولنا مراد ہے۔

سوال قبروں کو لیپنا اور سرہانے کوئی علامت لگانا اور سرہانے پتھر یا کسی دوسری چیز پر ضرورت کے وقت لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب (۱) درمختار اور شامی میں ہے کہ قبروں کو لیپنا مختار مسلک کی بنا پر مکروہ نہیں ہے اور (۲) امام بزدوی نے کہا کہ اگر قبر کے پاس لکھنے کی ضرورت ہو تاکہ نشانِ قبر باقی رہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں' اور ابوداؤد شریف میں ہے کہ جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے دودھ بھائی کا انتقال ہوا اور دفن کئے گئے تو حضور ﷺ نے ایک شخص سے کہا کہ ایک پتھر لے آؤ۔ پتھر وزنی تھا وہ شخص نہ لا سکا تو حضور ﷺ نے اپنی آستین چڑھائی اور پتھر اٹھا کر حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے سرہانے لگا دیا اور فرمایا' اس علامت کے ذریعہ اپنے بھائی کی قبر پہچانوں گا اور اپنے گھر کے مردوں کو ان کے پاس دفن کروں گا۔

(مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب دفن المیت دوسری فصل)

قبروں پر چادر چڑھانے کا بیان

جمہور فقہا اور علماء کے نزدیک اولیاء اللہ اور بزرگوں کے مزاروں پر غلاف ڈالنا' چادر چڑھانا جائز ہے' اور فقہ کی کتابوں سے اور حدیث شریف سے یہ ثابت ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ اور خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مزارات پر بھی غلاف چڑھے ہوئے تھے' جیسا کہ ذیل کی حدیث شریف سے واضح ہوتا ہے۔

سوال وہ حدیث شریف بیان کر دیجئے۔

جواب اس حدیث کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے' پھر دوبارہ بیان کرتا ہوں۔ ابوداؤد شریف میں حضرت قاسم رضی اللہ عنہ خلیفہ اوّل کے پوتے سے مروی ہے' وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی پھوپھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا اے میری ماں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلیفہ اوّل و دوم کی قبروں پر سے میرے لئے غلاف اٹھا دیجئے (تاکہ قبروں کی ہیئت کو دیکھوں) انہوں نے تینوں قبروں سے میرے لئے غلاف کو ہٹا دیا' تو میں نے دیکھا کہ وہ قبریں نہ زیادہ بلند تھیں نہ بہت پست' اور ان پر موضع عرصہ کے سرخ پتھروں کے ٹکڑے بچھے ہوئے تھے (مشکوۃ کتاب الجنائز باب دفن المیت دوسری فصل) اور دوسری روایت میں ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میرے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے اوپر سے غلاف اٹھا دیجئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اٹھا دیا۔ پس وہ عورت رونے لگی اور مر گئی۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور دونوں خلیفوں کے مزارات پر غلاف پڑے ہوئے تھے اور ان غلافوں کے ڈالنے والے صحابۂ کرام ہی ہوں گے۔ حدیث شریف میں اِکْشِفِیْ کا لفظ آیا ہے اور کشف کا معنی لغت میں کسی چیز کے اوپر سے پردہ اٹھانے کے ہیں اور فتح کے معنی دروازہ یا کسی برتن وغیرہ کو کھولنے کے ہیں۔ جب حدیثوں میں اِکْشِفِیْ کا لفظ وارد ہوا تو اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دونوں خلیفوں کے مزارات پر غلاف چڑھے ہوئے تھے جس کو اٹھانے کیلئے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے کہا' اور بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو اٹھا کر زیارت کرائی۔ یہاں پر کسی کا یہ تاویل کرنا اور مطلب نکالنا کہ حجرہ (روضہ) کا دروازہ بند تھا' دروازہ کے کھولنے کی درخواست حضرت قاسم نے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے کی تھی' یہ تاویل بالکل لغو و باطل ہے کیونکہ دروازہ کھلوانے کیلئے اِفْتَحِیْ کا لفظ کہا جاتا ہے نہ کہ اِکْشِفِیْ کا لفظ۔

سوال فقہ کی کتابوں میں مزارات پر چادر چڑھانے کو اگر جائز لکھا ہے تو اس کو بیان کیجئے۔

جواب امام نابلسی نے مزاراتِ انبیاءٔ اولیاء پر چادر چڑھانے کے جواز کو اپنی کتاب "کشف النور" میں بہت مدلل اور واضح طور پر بیان فرمایا ہے۔ اور علامہ شامی نے کتاب عقود

الدُّرریہ میں ہے کہ بعض فقہا نے پردہ اور کپڑے صالحین اور اولیائے کرام کی قبروں پر ڈالنے کو مکروہ کہا ہے لیکن ہم کہتے ہیں (علامہ شامی) کہ اگر اس سے عوام کی نگاہوں میں اولیائے کرام کی تعظیم مقصود ہو تا کہ صاحبِ مزار کی تحقیر و توہین نہ کریں اور اس لئے کہ اہلِ غفلت جب زیارت کریں تو ان کے دل جھکیں اور ادب کریں اور یوں ادب اولیاء اللہ کی نہ کرتے ہوں حالانکہ ان کے ارواح پاک ان کے مزارات کے پاس حاضر ہیں تو اس غرض سے مزارات پر غلاف ڈالنا' چادر چڑھانا جائز ہے۔ اس سے منع نہ کرنا چاہیئے کیونکہ اعمال کا دارو مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کیلئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔

اِستمداد کا بیان

استمداد کا معنیٰ ہے مدد مانگنا۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو خواہ زندہ ہوں خواہ مردہ وسیلہ بنانا اور ان کے واسطہ سے مدد مانگنا اور یوں کہنا' اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یا فلاں شیخ کی روح کو اپنے فلاں کام میں وسیلہ لایا ہوں۔ یہ صورت بلاشبہ جائز ہے۔ تمام اُمتِ محمدیہ کے نزدیک اور چاروں مذہب کے علماء' فقہا' محدثین بھی جائز کہتے ہیں' اور بیشمار واقعات اس کے جواز کے بارے میں قرآن پاک' تفسیر' حدیث' فقہ' تواریخ میں ملتے ہیں' اور سچ تو یہ ہے کہ دنیا میں کوئی آدمی ایسا نہ ہوگا جس کو دوسروں سے مدد لینے کی ضرورت نہ ہوتی ہو۔ شیر خوار بچہ بھوک کے وقت دودھ کیلئے روتا ہے اور منہ پھیر پھیر کر بار بار ماں کو دیکھتا ہے' جس سے اس کی ماں کو پتہ چلتا ہے کہ وہ دودھ کا طالب ہے۔ اگر مدد مانگنا ناجائز ہوتا تو خداوند کریم ننھے ننھے بچوں کو یہ طریقہ نہ سکھاتا۔ اسی طرح مریض جب نامی طبیب کے مطب میں حاضر ہوتا ہے تو یہی چاہتا ہے کہ حکیم صاحب ایسا نسخہ لکھ دیں کہ فوراً صحت ہو جائے۔ اور آدمی جب بوڑھا ہو جاتا ہے تو لاٹھی سے مدد لیتا ہے۔ کبھی اس پر زور دے کر چلتا ہے' کبھی لاٹھی کے ذریعے زمین کا حال دریافت کرتا ہے۔ اگر لاٹھی نہ رہے تو ایک قدم نہ چل سکے' ٹھوکر کھا کر منہ کے بل گر پڑے۔ غرض کہ انسان بچپن سے آخر عمر تک اپنے ہر کام میں دوسرے سے مدد لینے کا محتاج ہے۔

سوال قرآن پاک کی کس آیت سے وسیلہ پکڑنا اور مدد چاہنا جائز ہے؟

جواب اس آیت سے فَتَلَقّٰىٓ اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ.

(پ ۱ ع ۴ سورہ البقرہ آیت ۳۷)

ترجمہ: سیکھا حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمات کو جس سے ان کی توبہ قبول ہوگئی۔ صحیح حدیث شریف سے ثابت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی تو اپنے سر کو آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا: خداوند! میں تجھ سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلہ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو میرے گناہوں کو بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے سوال کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا کہ جب تو نے مجھے پیدا کیا تو میں نے عرش کی طرف اپنی گردن اٹھائی' اس پر لکھا ہوا تھا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ' اس سے میں نے سمجھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مرتبے کے ہیں کہ کسی اور کا رتبہ نہیں' کیونکہ تو نے اپنے نام کے ساتھ ملا رکھا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے قصور کو معاف کر دیا۔

سوال اس آیت کریمہ کا مطلب تفسیر کی کتابوں میں کیا لکھا ہے' بیان کر دیجئے۔

جواب (۲) حضرت علامہ جلال الدین سیوطی تفسیر درمنثور میں فَتَلَقّٰىٓ اٰدَمُ کے متعلق لکھتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی اور ان کو سخت ندامت ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ اے آدم علیہ السلام ہم تم کو ایسا طریقہ توبہ کا بتاتے ہیں جس سے تمہاری مغفرت ہو جائے گی۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا[۱] اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے میرا قصور معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا' ان کو تم نے کیسے جانا؟ کہا' تیرے نام کے ساتھ ان کا نام عرش پر لکھا ہوا پایا' جس سے میں نے سمجھا کہ ان کا مرتبہ بہت بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا' تم سچ کہتے ہو' ہم نے تمہارا قصور معاف کر دیا۔ اسی طرح دیلمی شریف' مسند فردوسی' شفاء السقام' بیہقی شریف میں ہے۔

(۳) تفسیر درمنثور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کون سے کلمات اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بتائے

(۱) یہ کلمات حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتائے۔ (ناشر)

تھے، جن سے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا، اے اللہ! بواسطہ محمد ﷺ وحضرت علی وحضرت فاطمہ وحسن وحسین (رضی اللہ عنہم) ہماری توبہ قبول کر۔ حق تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی۔

دوسری آیت وسیلہ طلب کرنے کی یہ ہے۔ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ۔

(پ ۶ سورہ المائدہ آیت نمبر ۳۵)

ترجمہ: ڈھونڈو اس تک یعنی اللہ تک، پہنچنے کیلئے وسیلہ۔ وسیلہ وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل کی جائے، عام اس سے کہ بذریعہ جسم ہو یا بذریعہ قول ہو یا بذریعہ فعل ہو۔ اس آیت کریمہ میں خدا کا خود حکم ہے کہ میرے تقرب کیلئے وسیلہ ڈھونڈو۔

(۵) ترمذی شریف، ابن ماجہ، نسائی، بیہقی میں حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک اندھا حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا: یارسول اللہ ﷺ! میری بینائی کیلئے دعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر منظور ہو تو دعا کروں اور اگر چاہو تو صبر کرو۔ یہ بہتر ہوگا۔ اس نے کہا کہ دعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھی طرح وضو کر کے کہو، اے اللہ! میں محمد ﷺ کے وسیلہ سے بینائی چاہتا ہوں۔ اس اندھے نے ایسا ہی کیا اور آنکھ کی روشنی درست ہوگئی۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۹۸، ابن ماجہ ص ۹۹، مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۸)

(۶) خلاصۃ الوفا میں بیہقی سے منقول ہے کہ حضرت مالک دار جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خازن تھے، کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مدینہ منورہ کے اندر بڑا قحط پڑا۔ پس ایک شخص حضور اکرم ﷺ کی قبر شریف کے پاس آیا اور کہا: یارسول اللہ! اپنی امت کیلئے پانی طلب کیجئے ہلاک ہوئی جارہی ہے۔ پھر اس شخص نے خواب دیکھا۔ خواب میں اس شخص کو کہا گیا کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس جاؤ اور سلام کہو اور یہ خبر پہنچاؤ کہ اب بارش ہوگی اور کہو کہ تم عقل مندی کا التزام کرو۔ وہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا [illegible] قصہ بیان کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ [illegible] اے پروردگار! ہم قصور نہیں کرتے مگر اس چیز میں کہ ہم اس میں عاجز ہوتے ہیں۔ (طبری ج ۴ ص ۹۸، شفاء السقام ص ۱۳۰، البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۷) اس حدیث سے یہ بات سمجھی گئی کہ عالم برزخ میں حضور نبی کریم ﷺ

سے مدد طلب کی گئی۔ اگر اس میں کچھ مضائقہ ہوتا تو مدد نہ طلب کی جاتی۔ ایسی حدیثیں بکثرت وارد ہیں۔ حضور ﷺ سائل کے سوال کو سنتے ہیں اور جس طرح دنیا میں حضور سیّد المرسلین ﷺ سے سوال کرنا جائز تھا' اسی طرح عالم برزخ میں بھی جائز ہے۔

(۷) شفاء السقام میں ہے ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں بہت قحط پڑا' جس کی شکایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کی گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضور ﷺ کے روضہ میں آسمان کی طرف ایک سوراخ کرو۔ ایسا کیا گیا' اس کے بعد خوب پانی برسا' جس سے اچھی طرح گھاس اُگی اور اونٹ موٹے تازے ہو گئے۔ (سنن دارمی ج ۱ ص ۴۳' مشکوٰۃ ص ۵۴۵' باب الکرامات' دوسری فصل) مدد چاہنے کی ایک صورت یہ بھی ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے۔

(۸) خلاصۃ الوفاء میں ہے کہ ابوبکر مقری کہتے ہیں کہ ہم اور طبرانی اور ابوالشیخ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں بھوکے تھے۔ تمام دن یوں ہی گزرا۔ رات کو ہم لوگ حضور نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا' یارسول اللہ! ہم لوگ بھوکے ہیں۔ پھر اپنی جگہ پر آ گئے اور ابوبکر سو رہے اور ابوالشیخ اور طبرانی بیٹھے ہوئے کچھ دیکھتے تھے۔ اتنے میں ایک علوی آیا' جس کے ساتھ دو غلام تھے اور ہر غلام کے ہاتھ زنبیل میں بہت سا کھانا تھا۔ ہم لوگوں نے بیٹھ کر کھانا کھایا اور جو کچھ بچ رہا ہم لوگوں کیلئے چھوڑ دیا۔ پھر علوی نے کہا: کیا تم لوگوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے کھانے کی شکایت کی تھی؟ ہم نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا' آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کو کھانا کھلاؤ۔

(۹) خلاصۃ الوفاء میں ہے۔ ابوالعباس کہتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تین روز سے بھوکے تھے۔ قبر مبارک کے پاس جا کر بھوک کی شکایت کی اور سو رہے۔ پس ایک عورت نے اپنے پاؤں سے ٹھوکر مار کر مجھے جگایا اور اس کے ساتھ مکان تک گیا' اور وہ گیہوں کی روٹی اور خرما اور گھی میرے پاس لے کر آئی اور کہا کھاؤ۔ مجھے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم کو کھانا کھلا دوں اور جب تم کو کھانا کھانے کی خواہش ہو' میرے پاس چلے آیا کرو' ہم تم کو کھانا کھلائیں گے۔

(۱۰) مصباح الظلام میں ہے۔ عبدالرحمٰن جزولی کہتے ہیں کہ ہماری آنکھ ہر سال درد کرتی تھی۔ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو بدستور آنکھ آ گئی۔ ہم حضور نبی کریم ﷺ کے روضہ پر حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ کی حمایت میں ہیں اور ہماری آنکھ دکھتی ہے۔ پس آنکھ اچھی ہو گئی اور پھر کبھی کسی قسم کی شکایت نہ ہوئی۔

(۱۱) کتاب الکبائر میں ہے۔ شیخ دمشقی کہتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ میں آٹا خریدنے گئے تو بنئے نے کہا کہ خلیفۂ اوّل و دوم پر لعنت کرو تب دوں گا۔ میں نے کہا' یہ نہ ہوگا۔ اس نے کئی بار ایسا ہی کہا اور ہنستا رہا۔ میں نے کہا: خدا اس پر لعنت کرے جو شیخین پر لعنت کرتا ہو۔ اس نے میری آنکھ پر ایسا گھونسا مارا کہ آنکھیں بہہ کر رخسارے پر آ گئیں۔ یہ کیفیت میں نے ایک دوست سے بیان کی۔ پھر حجرۂ مبارک حضور اکرم ﷺ کے پاس میں گیا اور عرض کیا' یارسول اللہ! مظلوم ہو کر فریادی آیا ہوں' میری مدد کیجئے۔ صبح کو جب سو کر اٹھا تو دونوں آنکھیں درست تھیں۔ پھر دوسرے دن جب میں بنئے کے پاس گیا تو میرا حال دیکھ کر ایمان لے آیا۔

(۱۲) شفاء قاضی عیاض میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں بے حس ہو گیا تو ان سے کہا گیا کہ آپ اپنے کسی ایسے محبوب کا نام لیجئے جس سے بڑھ کر پیارا نہ ہو' پاؤں درست ہو جائے گا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا' محمداہ ﷺ پاؤں یک دم اچھا ہو گیا۔

(الشفاء ج ۲ ص ۱۸' الادب المفرد ص ۲۵۰' شرح شفاء ج ۳ ص ۳۵۵)

اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک مدد چاہنا جائز۔ دوسرے غائب کو پکارنا جائز۔

(۱۳) خلاصۃ الوفاء میں ہے۔ ابو محمد شبلی کہتے ہیں کہ غرناطہ کے ایک شخص کو ایسی بیماری لاحق ہوئی جس کے علاج سے طبیبوں نے جواب دے دیا۔ ایک شخص جس کا نام وزیر ابی الخصال تھا' اس نے اس کی طرف سے ایک درخواست حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجی' جس میں اچھے ہونے کی درخواست کی تھی۔ جب قاصد نے آ کر مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کے روضۂ اقدس کے پاس کھڑے ہو کر درخواست پڑھی تو فوراً وہ شخص اچھا ہو گیا۔

(۱۴) حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص کا پاؤں بے حس ہوگیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے کسی محبوب کا نام لو۔ اس نے "یا محمداہ" صلی اللہ علیہ وسلم کہا۔ تکلیف جاتی رہی۔ اس حدیث کو ابن سنی نے عمل الیوم واللیل میں اور ابن تیمیہ نے کلم طیّب میں اور حافظ ابن ابی جمرہ نے شرح مختصر بخاری میں لایا ہے۔

(۱۵) ابن جوزی "صفوۃ الصفوہ" میں لکھتے ہیں کہ ابراہیم جزلی کہا کرتے تھے کہ حضرت معروف کرخی کی قبر مقصد کے حاصل ہونے کیلئے تریاق کا کام کرتی ہے۔

(۱۶) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نسائی کے حاشیہ میں ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر دعاء کے قبول ہونے کیلئے مجرب تریاق ہے۔

(۱۷) عقود الجمان میں ہے کہ ہمیشہ علماء اور اہلِ حاجت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت کرتے تھے اور اپنی حاجت میں امام صاحب کا وسیلہ پکڑتے تھے' اور یہ سمجھتے تھے کہ ان سے حاجت بر آتی ہے۔ اس توسل میں اصحابِ امام شافعی بھی شامل ہیں۔ حافظ ابن حجر مکی شارح بخاری نے اس مضمون کو اپنی کتاب "خیرات الحسان" میں لکھا ہے۔

قبروں پر پھول وغیرہ ڈالنے کا بیان

پھول نباتات میں سے تر چیز ہے۔ جب تک اس میں تری ہے وہ زندہ کے حکم میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے' جیسا کہ قرآن شریف سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ. (پ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۴۴)

ترجمہ: تمام چیزیں اللہ کی تسبیح کرتی ہیں۔ جب کوئی پھول یا تر چیز قبر پر ڈال دی جائے تو وہ تسبیح کرے گی اور اس تسبیح سے قبر والے کو اُنس ہوگا۔

سوال کیا یہ حدیث سے بھی ثابت ہے؟

جواب ہاں' قرآن پاک کی آیت سے تو اس کا ثبوت ہو چکا' اب حدیث سنو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے۔ دونوں قبر والوں پر عذاب ہو رہا تھا۔ آپ نے کھجور کی ایک شاخ منگوائی اور

اسے بیچ سے پھاڑ کر آدھی آدھی شاخ دونوں قبروں پر ڈال دی اور فرمایا: جب تک یہ تر رہیں گی ان کی تسبیح کی برکت سے قبر والوں پر عذاب میں کمی رہے گی۔

(مسلم، بخاری کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر)

سوال علماء ومحدثین نے اس حدیث سے کیا مطلب اخذ کیا ہے؟

جواب اس حدیث سے قبروں پر ہری چیز اور پھول ڈالنے کو جائز قرار دیا ہے، اور حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ کی شرح اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اسی حدیث سے قبروں پر پھول اور سبزی ڈالنے کا استدلال کیا ہے (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۰۰) اور طحاوی میں ہے کہ ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض اماموں نے فتویٰ دیا ہے کہ ہمارے زمانہ میں قبروں پر پھول اور تر شاخوں کے ڈالنے کا جو دستور ہے وہ سنت ہے اور اوپر والی حدیث سے ثابت ہے۔ (حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۷۸) اور کنز العباد، فتاویٰ غرائب، فتاویٰ نہدیہ میں ہے کہ گلاب وغیرہ کا پھول قبروں پر ڈالنا اچھا ہے۔ جب تک وہ تازہ رہیں گے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں گے اور میت کو اس سے انس حاصل ہوگا۔

مُردوں کے سُننے کا بیان

اہلسنّت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ مردے سنتے ہیں، اور یہ عقیدہ قرآن پاک اور احادیث نبویہ کے بالکل موافق ہے۔ قرآن پاک کی متعدد آیتوں سے مردوں کا سننا ثابت ہوتا ہے، اور اس بارے میں حدیثیں بھی بیشمار ہیں کہ مردے سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں اور ملاقاتی کو پہچانتے ہیں اور ان سے خوش ہوتے ہیں، محبت کرتے ہیں اور ان کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ جو نیا مردہ ان کے پاس پہنچتا ہے، اس سے اپنے گھر والوں کا حال دریافت کرتے ہیں۔ یہ صرف مومن مردے کے متعلق نہیں ہے، مومن و کافر سبھوں کو مرنے کے بعد شعور و ادراک اور حواس حالتِ زندگی کی طرح باقی رہتے ہیں، بلکہ مرنے کے بعد شعور و ادراک بڑھ جاتے ہیں۔ حدیثوں سے ثابت ہے کہ مردوں پر عذاب وثواب ہوتا

ہے۔ اگر ان میں ادراک و شعور نہیں تو نفع و نقصان کیسے ہوسکتا ہے۔ مخالفین ان دونوں آیتوں سے یہ دلیل لاتے ہیں کہ مردے نہیں سنتے۔ ایک جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ اِنَّكَ لَاتُسْمِعُ الْمَوْتٰى (پ۲۰ ع۲ سورہ نمل آیت نمبر ۸۰) جس کے معنی ہوئے آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ اور دوسری جگہ پر ہے وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ (پ۲۲ ع۱۵ سورہ فاطر آیت ۲۲) جس کے معنی ہوئے آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں پڑے ہیں۔ جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ مردے نہیں سنتے وہ ان ہی دونوں آیتوں سے دلیل پکڑتے ہیں، مگر اس کا مطلب کچھ اور ہے۔ مفسرین نے کہا ہے کہ پہلی آیت میں مردوں سے مراد اور دوسری آیت میں قبر والوں سے مراد کفار ہیں۔ جب حضور ﷺ وعظ فرماتے تھے اور کفار اس کا اثر نہ لیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اے میرے حبیب! کفار کے قلوب مردہ ہیں، ان کو آپ وعظ نہیں سنا سکتے، یعنی وہ آپ کی باتوں کو سنتے ضرور ہیں، مگر آپ ان کو ایسا نہیں سنا سکتے کہ وہ آپ کی باتوں کو تسلیم ہی کرلیں، ایسا سنانا میرا کام ہے جیسا کہ دوسرے مقام میں خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ آپ اسے ہدایت نہیں دے سکتے جسے آپ پسند کریں، لیکن جسے خدا چاہے ہدایت دیتا ہے۔ غرض کہ ان دونوں آیتوں میں سنانے کی نفی ہے، یہ نہیں کہ مردے نہیں سنتے ہیں۔ مردوں کا سننا تو بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے۔ نیز ان دونوں آیتوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مردے سنتے ہیں۔

حدیث ۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب وہ اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن کی قبر پر آئیں تو کہا، اگر میں تمہارے انتقال کے وقت موجود ہوتی تو تمہیں اسی مقام پر دفن کرتی جہاں مرے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مردے سنتے ہیں، ورنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمانا مہمل ہوگا۔ (ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۲۵، مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب دفن المیت تیسری فصل)

حدیث ۲: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب کوئی قبر کے پاس سے گزرنے والا سلام کرتا ہے تو مردے سن کر جواب دیتے ہیں۔ (طبرانی)

حدیث ۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور رسول اکرم ﷺ بدر کے کنوئیں پر تشریف لائے اور کافر مردوں کو خطاب کرکے فرمانے لگے: کیا پالیا تم نے میرے

رب کا وعدہ سچا؟ صحابہ نے کہا: آپ مردوں کو پکارتے ہیں۔ فرمایا: تم ان سے زیادہ نہیں سننے والے ہو، مگر یہ ایسا جواب نہیں دے سکتے (جو تم سن لو)

(بخاری شریف ج ۲ ص ۵۶۶، مسلم ج ۲ ص ۳۸۷)

حدیث ۴: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ہمیں بدر میں ایک کافر کی قتل گاہ دکھائی، پھر ان کافروں کے پاس آئے جو مارے گئے تھے اور ہر ایک کا نام ولدیت کے ساتھ پکارتے تھے اور فرماتے تھے کہ کیا پالیا تم نے وعدہ میرے رب کا سچا، جیسا کہ اس نے فرمایا تھا، میں نے تو اس کے وعدہ کو سچا پایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ایسے جسموں سے کلام کرتے ہیں جن میں روح نہیں۔ آپ نے فرمایا: میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے تم ان سے زیادہ نہیں سن سکتے۔ ہاں، اتنا فرق ہے کہ اس کا جواب تم نہیں سن سکتے۔ (مسلم شریف ج ۲ ص ۳۸۷)

حدیث ۵: حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہر مردہ غسل دینے والے، کفن دینے والے، اٹھانے والے، قبر میں اتارنے والے کو پہچانتا ہے، اور اگر اس کو اپنے آرام و آسائش کی خبر ملی ہے تو اٹھانے والوں کو قسم دیتا ہے کہ مجھے جلدی لے چل، اور اگر تکلیف اور گرم پانی اور بھڑکتی ہوئی آگ کی خبر ملی تو قسم دیتا ہے کہ مجھے روک لے، کہاں لئے جاتا ہے۔ (طبرانی، مشارق الانوار)

حدیث ۶: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان سے جب قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ کتاب الایمان باب اثبات عذاب القبر پہلی فصل)

حدیث ۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، البتہ مردہ، لوگوں کے جوتوں کی آواز کو سنتا ہے جب اس کے پاس سے لوگ پیٹھ پھیر کر لوٹتے ہیں۔ (طحاوی شریف)

حدیث ۸: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بعض صحابی نے اپنا خیمہ ایک قبر پر نصب کیا، اور ان کو یہ گمان نہ تھا کہ یہاں پر قبر ہے۔ ناگاہ اس قبر سے سورۂ ملک پڑھنے کی

آواز آتی رہی، یہاں تک کہ پڑھنے والے نے سورہ ختم کر دیا۔ وہ صحابی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور قبر میں سورۂ ملک کے پڑھنے کا حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سورۂ مانعہ ہے، یہ سورۂ منجیہ ہے، اللہ کے عذاب سے مردوں کو نجات دیتی ہے۔ (اس سورہ کا پڑھنے والا قبر کا مردہ تھا) (ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۱۲، المستدرک ج ۲ ص ۴۹۸)

حدیث ۹: حضرت محمد بن منکدر کہتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس جان کنی کے وقت پہنچا تو ان سے کہا کہ حضور اکرم ﷺ کو میرا اسلام پہنچا دو گے۔ (اس سے معلوم ہوا کہ مردے ایک دوسرے سے بات کرتے ہیں اور زندہ لوگوں کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

حدیث ۱۰: روایت ہے کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے پندرہ روز بعد ان کی بیٹی حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور وہ بیمار تھے تو ان سے کہا کہ اے چچا، میرے والد کو سلام کہہ دینا۔ اس سے معلوم ہوا کہ زندہ آدمی مردہ کو سلام بھیج سکتا ہے۔

(تاریخ بخاری)

حدیث ۱۱: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس ہوتے ہیں تو ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہی رہتا ہے کہ دو فرشتے اس کے پاس آ جاتے ہیں، پھر وہ مردہ کو بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمد ﷺ کے بارے میں تو کیا کہتا تھا؟ تو مومن کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے نیک بندے اور رسول ہیں۔ پھر اس مردے سے کہا جاتا ہے کہ تو اپنا ٹھکانہ دوزخ کا دیکھ لے اللہ تعالیٰ نے اس کو تیرے لئے جنت سے بدل دیا ہے، دونوں جگہوں کو دیکھتا ہے۔ اور منافق و کافر کو کہا جاتا ہے کہ محمد ﷺ کے بارے میں تو کیا کہتا تھا؟ وہ کہتا ہے، میں نہیں جانتا ہوں۔ جو لوگ کہتے تھے وہی میں کہہ دیا کرتا تھا، تو اس کو کہا جاتا ہے کہ تو نے نہ جانا، نہ پیروی کی، پھر اس کو لوہے کے ہتھوڑے سے مارا جاتا ہے تو ایسا چیختا ہے کہ اس کی چیخ کو سوائے انسان اور جن کے سب ہی سنتے ہیں۔ (مسلم، بخاری، مشکوٰۃ کتاب الایمان باب اثبات عذاب القبر پہلی فصل)

مُردوں کو تلقین کرنے کا بیان

تلقین کے معنی ہیں بتلانا' سکھلانا۔ جب کوئی شخص مرنے کے قریب ہو تو اس کو تلقین کرنے کا حکم جس طرح حدیث سے ثابت ہے' اسی طرح مردہ کو دفن کرنے کے بعد قبر پر تلقین کرنا بھی اہلسنّت و جماعت چاروں اماموں کے نزدیک جائز و مشروع ہے' البتہ معتزلہ کے نزدیک ناجائز ہے' اور یہ حدیث وفقہ کی بہت سی کتابوں سے ثابت ہے۔

(۱) طبرانی شریف اور شرح احیاء العلوم میں ہے کہ حضرت سعید اور راشد اور ضمرہ اور حکیم' حدیثوں کے راویوں' نے لوگوں سے کہا: جب مردے پر لوگ مٹی برابر کر لیں اور واپس ہونے لگیں تو مستحب ہے کہ میت کی قبر کے پاس کوئی شخص یہ کہے: اے فلاں کہہ **لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ**. اس کو تین مرتبہ کہے۔ اس کے بعد کہے: اے فلاں! کہہ رب میرا اللہ ہے' دین میرا اسلام ہے' نبی میرے محمد ﷺ ہیں۔ (اسی کا نام تلقین ہے' اور اس کا فائدہ آگے معلوم ہوگا)۔

(۲) شفاء الصدور' مشارق الانوار اور نزہۃ المجالس میں ہے۔ حضرت ابو سعید بن عبداللہ اسدی کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کے پاس حالتِ نزع میں پہنچا تو انہوں نے مجھ سے کہا: اے سعید! جب میں مر جاؤں تو میرے ساتھ وہ کام کرنا جس کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے' اور آپ کا یہ حکم ہے کہ جب تم میں سے کوئی مر جائے اور بعد دفن اس پر مٹی کو برابر کر لو تو چاہیے کہ تم میں سے ایک شخص اس مردہ کے چہرہ کے مقابل کھڑا ہو اور کہے' اے فلاں بن فلانہ! تو مردہ بلاشبہ اس کو سنے گا اور جواب نہ دے گا۔ پھر کہے' اے فلاں بن فلانہ! پس وہ مردہ برابر ہو کر بیٹھ جائے گا۔ پھر کہے' فلاں بن فلانہ! تیسری بار مردہ کہے گا' کہو اللہ تم پر رحم کرے' لیکن یہ کلام تم لوگ نہ سن سکو گے۔ اس کے بعد تلقین کرنے والا کہے۔ یاد کر تو اس دین کو جس دین پر تو دنیا میں تھا۔ **اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْناً وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا وَّبِالْكِتَابِ اِمَامًا**، یعنی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں' اور یہ کہ میں راضی ہوا اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد

ﷺ کے نبی ہونے پر اور قرآن شریف کے امام ہونے پر۔ یہ سن کر منکر نکیر مردے کے پاس سے ہٹ جائیں گے اور کہیں گے اس کے پاس نہیں بیٹھیں گے۔

(ابن عساکر ۶/۴۲۴، شامی ۱/۶۲۹، طبرانی کبیر ۸/۳۵۰ فتح الملہم ۲/۴۶۶)

ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! اگر مردہ کی ماں کا نام معلوم نہ ہو تو کیا کرے؟ فرمایا: حوا علیہا السلام کی طرف اس کو منسوب کر دے۔ یعنی کہے اے فلاں! حوا علیہا السلام کے بیٹے۔ اس حدیث پر عمل کیا ہے امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور بہت سے مالکیہ نے۔

(۳) کافی میں شیخ زاہد صفّار سے مروی ہے کہ تلقین کے نہیں قائل معتزلی ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک مرنے کے بعد زندہ ہونا محال ہے، لیکن اہلسنّت و جماعت کے نزدیک مردوں کو تلقین والی حدیث حقیقی معنی پر محمول ہے یعنی دفن کے بعد قبر پر تلقین کرنا، کیونکہ مردوں کو زندہ کئے جانے کے بارے میں بیشمار حدیثیں ہیں۔

(۴) مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے کہ مردہ کو قبر میں رکھنے کے بعد تلقین کرنا مشروع ہے، نبی کریم ﷺ کے قول سے، حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ تلقین کرواپنے مردوں کو کلمۂ شہادت نقل کیا ہے اس حدیث کو محدثین کی ایک جماعت نے سوائے امام بخاری کے، اور تلقین کے جواز کی نسبت اہلسنّت و جماعت کی طرف کی گئی ہے اور ناجائز کے قائل معتزلی ہیں۔

(۵) جوہرہ نیرہ شرح قدوری میں ہے کہ مُردوں کو قبر پر تلقین کرنا اہلسنّت و جماعت کے نزدیک جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ قبر میں مردوں کو زندہ کر دیتا ہے۔

(۶) شامی جلد اوّل میں ہے کہ معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ دفن کے بعد تلقین نہ کی جائے اس لئے کہ مرنے کے بعد زندہ ہونا ان کے نزدیک محال ہے، اور اہلسنّت و جماعت کے نزدیک لَقِّنُوْا اَمْوَاتَکُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اپنی حقیقت پر محمول ہے، یعنی مردہ کو دفن کے بعد تلقین کرنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر دیتا ہے، اور حدیثوں میں آیا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے مردہ کو دفن کرنے کے بعد تلقین کا حکم فرمایا اور اس طرح تعلیم دی ہے۔ کہو! اے فلاں ابن فلانہ! یاد کر اس دین کو جس پر تم دنیا میں تھے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ آخر تک، جیسا کہ اوپر گزرا۔

عرس کا بیان

لفظ عرس حدیث شریف کے اس ٹکڑے سے منقول ہے' نَمْ كَنَوْمَةِ الْعُرُوْسِ (ترمذی ج ۱ ص ۱۲۷' مشکوٰۃ کتاب الایمان باب اثبات عذاب القبر دوسری فصل) قبر میں خدا کے نیک بندوں سے فرشتے کہتے ہیں۔ دلہن کی طرح آرام وراحت کے ساتھ سوتا رہ۔ اسی حدیث کی بناء پر انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے وصال کے دن کو عرس کہتے ہیں۔ اگر کسی بزرگ کے وصال کے دن فیض حاصل کرنے کی غرض سے ان کے دوست واحباب' مریدین ومعتقدین' خویش واقارب مزار پر جمع ہو کر یوم وصال کو عرس کریں تو اس میں کسی قسم کی شرعی خرابی نہیں ہے' بلکہ شریعت کی رو سے یہ فعل مستحسن اور قابلِ تقلید ہے۔ نیز ان کے مزار پر حاضر ہو کر کلام اللہ کی تلاوت کرنا اور اس کا ثواب ان کی روح کو بخشنا اور ان سے فیوض وبرکات حاصل کرنا' شیرینی وغیرہ پر فاتحہ کر کے حاضرین پر تقسیم کرنا پسندیدہ عمل ہے۔ اگر مخالفین دن کی تعین کی وجہ سے عرس کو ناجائز کہتے ہیں تو یہ غلط ہے۔ مباح کام میں وقت مقرر کرنا مضر نہیں۔ دیکھئے حضور نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو عرفہ' عاشورہ' پندرہویں شعبان کے روزے کا حکم دیا' اور شوال کے چھ روزے کا بھی حکم دیا' اور رات کو تہجد کی نماز کا حکم دیا' اور اشراق وچاشت وغیرہ کی نماز کا بھی حکم دیا۔ اسی طرح ساتویں دن بچے کے عقیقہ کا حکم دیا۔ ان سب کے اوقات حضور ﷺ نے مقرر کر دیئے۔ اگر ناجائز ہوتا تو وقت نہ مقرر فرماتے۔ عرس کا دن اور وقت مقرر کرنے میں مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ بلا تکلف جمع ہو جائیں اور ایصالِ ثواب کریں یا فیض حاصل کریں' اس کے سوا کوئی اور مقصد نہیں ہوتا۔

سوال کوئی اور دلیل بھی عرس کی بیان کیجئے۔

جواب اچھی طرح غور سے سنو' بہت سی دلیل پیش کی جاتی ہے۔

(۱) قرآن مجید میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا۔ (پ ۷ ع ۵ سورہ المائدہ آیت ۱۱۴)

ترجمہ: اے میرے پروردگار ہم پر آسمان سے ایک خوانِ نعمت نازل کر جو ہمارے اگلے اور پچھلے لوگوں کیلئے عید ہو۔

(۲) تفسیر کبیر' روح البیان' تفسیر مدارک وغیرہ میں اس آیت کے بعد ہے کہ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نعمت کے ملنے کے دن خوشی کرنا اور اس کی تعظیم وتکریم کرنا انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات اور پروردگار کی خوشنودی میں سے ہے۔ (اسی بناء پر عرس کے دن اگر اظہار خوشی اور ایصال ثواب کا سامان کیا جائے تو کوئی قباحت نہیں' کیونکہ اولیائے کرام علماء' صلحاء کے وصال کے دن خوشی کے لحاظ سے عید سے بدرجہا افضل و بہتر ہے' کیونکہ وہ خدائے تعالیٰ سے ملنے کا دن ہے۔)

(۳) تفسیر درمنثور اور تفسیر کبیر (ج ۱۹ ص ۴۵) میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہدائے احد کے مزار پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس کے بعد خلفائے راشدین بھی جاتے رہے۔ (شرح الصدور ص ۲۱۰) اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک خاص دن میں شہداء کے پاس جایا کرتے تھے۔

(۴) درثمین ص ۴۰ میں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ مجھ کو میرے والد نے خبر دی کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے دن کھانا کھلایا کرتا تھا تا کہ اس کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اتصال ہو۔ ایک سال مجھ کو ہاتھ نہ آیا' جس سے کھانا پکواتا' صرف بھنے ہوئے چنے موجود تھے' وہی تقسیم کر دیئے' پھر خواب میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا' وہ چنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ ایسے خوش ہیں کہ خوشی چہرۂ مبارک سے ظاہر ہے۔

(۵) زبدۃ النصائح میں ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ہر سال اپنے والد ماجد کا عرس کیا کرتے تھے۔

(۶) فتاویٰ عزیزیہ میں ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ عرس کا دن اگر میت کی دعا کیلئے یا یاددہانی کے واسطے ہو تو مضائقہ نہیں۔ اسی فتاویٰ میں دوسری جگہ ہے۔ سال کے بعد ایک روز مقرر کر کے اجتماعی طور پر بہت سے لوگ جمع ہو کر

قرآن شریف کا ختم کریں اور شیرینی یا کھانا پر فاتحہ کر کے حاضرین پر تقسیم کریں تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ اس سے زندوں اور مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ (ان تمام دلیلوں سے روشن طور پر عرس کا کرنا جائز ثابت ہو گیا۔)

علم غیب کا بیان

علم غیب کی دو قسم ہے۔ ذاتی و عطائی۔ ذاتی کا مطلب یہ ہے کہ بغیر کسی کے بتائے ہوئے غائب چیزوں کا علم ہو جائے، اور عطائی کا مطلب یہ ہے کہ غائب چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے ہو۔ علم غیب ذاتی خاص اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اور علم غیب عطائی انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام کو تھا۔ قرآن شریف میں جہاں کہیں غیب کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے، یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی غیب دانی کی نفی کی ہے، اس سے غیب ذاتی مراد ہے، اسی طرح حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جگہ اپنی غیب دانی سے انکار کیا ہے۔ اس سے بھی مراد علم غیب ذاتی ہے نہ کہ علم عطائی۔ اس تقسیم کے بعد یہ مسئلہ روشن ہو گیا۔ یہاں پر یہ بھی جان لینا چاہیے کہ علم غیب عطائی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اور جس قدر چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ منکرین علم غیب کے پاس ان حدیثوں کا کچھ جواب نہیں، جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب قبر، جنت کی نعمت، دوزخ کی آگ، سوالِ منکر نکیر، قبر کی تنگی کی خبر دی ہے یا جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت آنے سے پہلے ملکوں کے فتح ہونے کی خبر دی ہے، اور آخر زمانہ کی بہت سی خبریں پہلے آپ نے دیں اور بعد میں اسی طرح وجود میں آئیں۔ ابو جہل نے پوچھا کہ میری مٹھی میں کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیا کہ کنکری ہے۔ بادشاہ فارس کے قتل کی خبر اسی دن آپ نے دی، جس روز وہ مارا گیا۔ نجاشی بادشاہ کی موت کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اور نماز جنازہ پڑھی۔ یہ بھی خبر دی کہ خیبر کا قلعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے فتح ہو گا۔ بکری کے گوشت میں زہر ہونے کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خارجی کو قتل کر دیں گے۔ یہ بھی خبر دی وغیرہ وغیرہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی لڑائی میں جس کافر کے قتل کی جگہ بتلائی تھی وہ

وہیں قتل کیا گیا۔ مخالفین کے پاس ان حدیثوں کا کچھ جواب نہیں۔ ان تمام حدیثوں سے روشن طریقہ پر ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو غیب کا علم ہے اور آپ ﷺ کا علم عطائی تھا۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ہر قسم کے غیب کو جانتے ہیں یا آپ کو تمام پہلی اور پچھلی چیزوں کا علم ہے اس سے مراد بھی وہی علم غیب عطائی ہے۔ قرآن شریف کی بہت سی آیتوں سے اور بیشمار حدیثوں سے حضور ﷺ کا غیب داں ہونا ثابت ہوتا ہے۔

سوال اگر حضور ﷺ کو علم غیب تھا تو جب کافروں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹی تہمت لگائی تو کیوں تردد و پریشانی ہوئی؟ جب وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ کو اطمینان ہوا۔

جواب حضور ﷺ کو واقعہ کی صفائی معلوم تھی، مگر تردد و پریشانی کفار، منافقین کی زبان درازی اور بے جا اعتراضات کی بناء پر تھی۔ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت اور واقعہ کی صفائی خود اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ کر دے، تاکہ کفار کے منہ بند ہو جائیں۔ اسی لئے آپ ﷺ نے کچھ زبان مبارک سے نہ فرمایا۔

سوال قرآن پاک کی کن آیتوں سے حضور ﷺ کا غیب داں ہونا ثابت ہوتا ہے؟

جواب (۱) قرآن پاک میں ہے۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔

(پ۵ ع۱۴ سورہ النساء آیت ۱۱۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وہ چیزیں سکھلائیں جو آپ نہیں جانتے تھے۔ تفسیر خازن وغیرہ میں ہے کہ اس سے مراد علم غیب کا سکھلانا ہے۔

(۲) سورۂ آل عمران میں ہے۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔ (پ۴ ع۹ آیت ۱۷۹)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو غیب پر آگاہ نہیں کرتا، مگر اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جن کو چن لیتا ہے ان کو غیب کی باتوں سے آگاہ کر دیتا ہے۔

(۳) سورۂ نحل میں ہے۔ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَىْءٍ۔

(پ۱۴ ع۱۸ آیت ۸۹)

ترجمہ: اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب اتاری ہے جس میں ہر شے کا روشن بیان ہے۔

(۴) تیسویں پارہ میں ہے۔ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ۔

ترجمہ نبی کریم ﷺ غیب کی باتوں کے بتانے میں بخیل نہیں ہیں۔

(پ۳۰ ع۶ سورہ التکویر آیت ۲۴)

(۵) سورۂ جن میں ہے۔ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔ (پ۲۹ ع۱۲ آیت ۲۶، ۲۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنے غیب کی باتوں پر کسی کو مطلع نہیں کرتا ہے، مگر رسولوں میں سے جن کو پسند کرتا ہے اس کو مطلع کر دیتا ہے۔

سوال حدیثوں سے حضور ﷺ کا غیب داں ہونا ثابت کیجئے۔

جواب سنو بتاتا ہوں۔

(۶) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم میں رسول اکرم ﷺ کھڑے ہوئے اور جو چیز قیامت تک ہونے والی تھی سب کو بیان کر دیا۔ جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا، جس نے بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔ (مسلم ج۲ ص ۳۹۰، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، بخاری ج۲ ص ۹۷۷، مشکوٰۃ کتاب الفتن پہلی فصل)

(۷) حضرت عمرو ابن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضور سیّد دو عالم ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھا، یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ پھر اتر کر آپ ﷺ نے ظہر کی نماز ادا کی۔ پھر منبر پر جا کر خطبہ پڑھا، یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا۔ پھر عصر کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد پھر منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ پڑھا، یہاں تک آفتاب ڈوب گیا۔ آپ ﷺ نے ان وعظوں میں تمام ان باتوں کو بیان کر دیا جو پہلے ہو چکی تھیں یا آئندہ ہونے والی تھیں۔ ہم میں زیادہ حافظہ والا ان باتوں کا زیادہ جاننے والا ہے۔ (مسلم شریف ج۲ ص ۳۹۰ کتاب الفتن واشراط الساعۃ، مشکوٰۃ باب فی المعجزات تیسری فصل، مسند احمد ج۵ ص ۳۴۱)

(۸) سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ ہر چیز یہاں تک کہ جنت و دوزخ سب مجھ کو یہاں دکھلا دیئے گئے ہیں۔ (مسلم شریف)

(۹) سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ خدا کی قسم جس چیز کا تم سوال کرو گے میں تم کو خبر دوں گا۔

(مسلم شریف ج ۲ ص ۲۶۳، بخاری شریف کتاب العلم و کتاب الفتن)

(۱۰) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرکار دو عالم ﷺ نے قیامت تک سب ہونے والی چیزوں کو خطبہ میں بیان فرما دیا۔

(مشکوٰۃ شریف ابواب الفتن ص ۴۳۷، ترمذی ج ۲ ص ۴۲، ابن ماجہ ص ۲۸۸)

(۱۱) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے جو شخص جنت میں داخل ہوگا اس کو میں جانتا ہوں، اور سب سے پیچھے جو شخص دوزخ سے نکالا جائے گا اس کو بھی میں جانتا ہوں۔

(شمائل ترمذی مشکوٰۃ کتاب الفتن باب الحوض والشفاعۃ پہلی فصل)

(۱۲) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری ساری امت اپنے سب اعمال نیک و بد کے ساتھ میرے سامنے پیش کی گئی۔

(مسلم، ترمذی)

سوال کیا حضور ﷺ کے سوا اوروں کو بھی علم غیب تھا؟

جواب بیشک پیغمبروں کو اور اولیاء کو بھی علم غیب تھا۔ قرآن شریف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے۔ میں تم کو سب کچھ بتا دوں گا جو تم کھاتے ہو یا جمع رکھتے ہو۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کا قیدیوں کے بارے میں قول ہے کہ آج تمہارے پاس فلاں کھانا آئے گا۔

سوال حضور ﷺ کے سوا بعض نبی کے غیب داں ہونے کا پتہ تو معلوم ہوا، ولی کے غیب داں ہونے کا ثبوت دیجئے۔

جواب سنو۔ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا کہ مجھ سے پوچھو۔ خدا کی قسم قیامت میں جو چیزیں ہونے والے ہیں ان کا حال اگر دریافت کرو گے تو میں بتا دوں گا۔ (کتاب المصاحف) اور حضرت محبوب سبحانی، بڑے پیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اپنے پروردگار کی قسم! میں سب نیک و بد کو جانتا ہوں، میری آنکھ لوح محفوظ پر ہے۔ اور دوسری جگہ میں فرماتے ہیں،

اگر میری زبان پر شریعت کی روک نہ ہوتی تو تم جو کچھ کھاتے ہو اور گھروں میں جمع رکھتے ہو سب کو میں بتا دیتا۔ تم میرے سامنے مثل شیشہ کے ہو، میں تمہارا ظاہر و باطن سب دیکھتا ہوں۔ (بہجۃ الاسرار)

(۱۳) علامہ ابن حجر مکی شارح بخاری اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ اکثر علوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیب دانی سے تعلق رکھتے ہیں، کیونکہ آپ کو علم اوّلین و آخرین سکھایا گیا تھا۔ جو علم غیب اللہ تعالیٰ کیلئے ہے وہ تمام کلیات و جزویات کو شامل ہے۔ یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض خاص بندے کو علوم غیب کی باتوں پر مطلع کر دے۔ یہاں تک کہ وہ پانچ امور جن کے بارے میں حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ اگر ان پر بھی اللہ تعالیٰ کسی کو مطلع فرما دے تو کچھ مضائقہ نہیں، اس لئے کہ یہ چند گنی ہوئی چیزیں ہیں۔

(۱۴) شرح مواہب میں بہت سی حدیثیں حضور سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب داں ہونے پر دال ہیں، اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ حدیثیں منافی ان آیتوں کے نہیں ہیں جن سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی بھی عالم الغیب نہیں ہے، اس لئے کہ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی غیب داں بلاواسطہ نہیں ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے معلوم کرا دینے پر غیب داں ہو سکتا ہے۔

غائب کو پکارنے کا بیان

یَا رَسُوْلَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ یا خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کہہ کر غائب کو نزدیک یا دُور سے پکارنا اور ان کو وسیلہ بنانا چاہیے، وہ نبی ہوں چاہے ولی، جائز ہے اور بیشمار حدیثوں سے یہ مضمون ثابت ہے۔ مختصراً کچھ حوالے ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) ساری دنیا کے مسلمان ہر روز پانچ وقت کی نماز میں التحیات پڑھتے ہیں اور اس میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ ہے، اور خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کیلئے

مسلمانوں کو یہ تعلیم فرمائی ہے کہ اس طرح نماز میں پڑھا کرو۔ اگر یارسول اللہ٬ یا نبی اللہ کہنا ناجائز ہوتا تو حضور نبی کریم ﷺ اس سے منع فرمادیتے اور صحابہ کرام اس کو نماز میں ہرگز نہ پڑھتے۔ پس جب حضور نبی کریم ﷺ نے اس سے منع نہ فرمایا اور صحابہ کرام٬ تابعین وغیرہ اس پر عامل رہے تو بلاشبہ ضرورت کے وقت یارسول اللہ٬ یا نبی اللہ وغیرہ کہنا جائز ہوا۔

(۲) طبرانی شریف میں حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک نابینا کو ایک دعا تعلیم فرمائی اور کہا کہ نماز کے بعد اس کو پڑھا کرو۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ الٰہی! میں تجھ سے مانگتا ہوں٬ اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں٬ بوسیلہ تیرے نبی محمد ﷺ کے جو کہ مہربان نبی ہیں۔ یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت پوری ہو جائے۔ اے اللہ! ان کی سفارش میرے حق میں قبول فرما۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اٹھنے بھی نہ پائے تھے٬ باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ نابینا ہمارے پاس آیا٬ گویا وہ کبھی اندھا ہی نہ ہوا تھا۔

(ابن ماجہ ص ۹۹٬ ترمذی ج ۲ ص ۱۹۸٬ مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۸٬ المستدرک ج ۱ ص ۳۱۳٬ صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۲۲۵)

(۳) امام بخاری کتاب ''ادب المفرد'' میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں بے حس ہو گیا۔ کسی نے کہا٬ ان کو یاد کیجئے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے کہا٬ یا محمداہ٬ ﷺ پاؤں فوراً درست ہو گیا۔ (الادب المفرد ص ۲۵۰٬ حصن حصین ص ۳۰٬ الشفاء ج ۲ ص ۱۸)

(۴) امام نووی شارح مسلم نے ''کتاب الاذکار'' میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا پاؤں بے حس ہو گیا تھا تو یا محمداہ ﷺ کہا٬ پاؤں فوراً درست ہو گیا۔

(الاذکار ص ۱۱۴٬ حصن حصین ۳۰٬ نسیم الریاض ج ۳ ص ۳۵۵)

(۵) نسیم الریاض شرح شفاء میں ہے کہ مدینہ والوں کا یہ دستور تھا کہ پریشانی کے وقت میں حضور نبی کریم ﷺ کا نام لے کر پکارا کرتے تھے اور آپ ﷺ سے مدد چاہتے تھے۔

(۶) مشارق الانوار میں حضرت علی خواص سے روایت ہے کہ جب تم کو اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا ہو تو چاہیے کہ تم آنحضرت ﷺ سے سوال کرو۔ فرشتے اس سوال کو آپ ﷺ تک پہنچائیں گے اور کہیں گے کہ فلاں شخص نے آپ ﷺ کے واسطہ سے فلاں حاجت کا سوال کیا ہے تو آپ اللہ تعالیٰ سے اس کے پورا ہونے کی دعا کرتے ہیں اور وہ درخواست مقبول ہو جاتی ہے۔ یہی حال اولیاء اللہ کا بھی ہے' ان کو بھی فرشتے خبر پہنچاتے ہیں اور وہ بھی حاجت کے پورا ہونے کی سفارش کرتے ہیں۔

(۷) شیخ الاسلام شہاب الدین رملی سے سوال کیا گیا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت انبیاء اور اولیاء سے مدد مانگتے ہیں اور یا رسول اللہ' یا علی' یا شیخ عبدالقادر جیلانی اور ان کے مثل دوسرے کلمات کہتے ہیں' یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اولیاء اللہ انتقال کے بعد مدد فرماتے ہیں یا نہیں؟ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ بیشک انبیاء' اولیاء' علماء سے مدد مانگنی جائز ہے اور یہ حضرات انتقال کے بعد بھی مدد فرماتے ہیں۔

(۸) علامہ خیر الدین رملی رحمۃ اللہ علیہ صاحب درمختار کے استاذ' فتاویٰ خیریہ میں لکھتے ہیں کہ یا شیخ عبدالقادر کہنا ایک ندا ہے' اس کے حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

(۹) سیّد جمال بن عبداللہ مکی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ مجھ سے سوال کیا گیا کہ مصیبت کے وقت میں یا رسول اللہ ﷺ ' یا علی' یا شیخ عبدالقادر جیلانی کہنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ میں نے جواب دیا۔ اولیاء اللہ سے مدد مانگنا اور ان کو پکارنا اور ان کا وسیلہ پکڑنا شرع میں جائز ہے اور پسندیدہ چیز ہے اس کا انکار کرنے والا ضدی' اولیاء کرام کی برکت سے محروم رہنے والا ہے۔

(۱۰) شرح البرزخ میں ہے کہ جب آدمی مشکل وقت میں کسی ولی کو پکارتا ہے' اگر وہ ولی زندہ ہیں تو پلک مارتے ہی ان کو یہ خبر ہو جاتی ہے' یا کشفِ قلوب سے ولی کو اس کی اطلاع ہو جاتی ہے' اور اگر ولی کا انتقال ہو گیا ہے تو فرشتے یہ خبر پہنچاتے ہیں۔ ولی اس کیلئے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں سفارش کرتے ہیں۔

امکانِ کذب کا بیان

نعوذ باللہ دنیا میں ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے اور وعدہ خلافی کر سکتا ہے' یہ غلط ہے۔ اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کسی گنہگار کو سزا دینے کے بدلے مغفرت کر دے تو اس کو مہربانی کہیں گے' جھوٹ نہ کہیں گے۔ اور مخالفین کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ جب ہر چیز پر قادر ہے تو جھوٹ بولنے پر قادر کیوں نہ ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کی قدرت ناممکن اور نامناسب اُمور کی طرف متوجہ نہیں ہوا کرتی' اس لئے وہ اپنا شریک پیدا نہیں کرتا اور نامناسب کام نہیں کرتا۔ یہ عقیدہ نہایت ہی باطل و فاسد' اہلسنّت و جماعت کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہو تو کافروں اور ملحدوں کے ایسے ایسے اعتراضات اسلام پر ہونے لگیں کہ جن کا جواب ناممکن ہو جائے' اور جن مسائل پر مسلمان قرآن پاک اور وحی کے بھی دلیل لاتے ہیں' ختم ہو جائیں' اور قابلِ وثوق باقی نہ رہیں۔ لوگوں کا مرنے کے بعد اُٹھایا جانا' حساب کتاب کا ہونا' جنت و دوزخ کا ہونا اور اچھے لوگوں کا جنت میں جانا اور بُرے لوگوں کا دوزخ میں جانا' ثواب و عذاب کا ہونا' ماننے کے قابل نہ رہے' کیونکہ ان تمام چیزوں پر ایمان صرف اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے۔ معاذ اللہ! جب اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی تمام خبروں میں شبہ رہے گا کہ شاید یونہی اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا ہو' اس کی کوئی حقیقت و اصلیت نہ ہو۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ. اس بناء پر اللہ تعالیٰ کے تمام وعدے اور وعید بے کار ہو جائیں گے اور اسلام میں کوئی خوبی باقی نہ رہے گی۔ ایسے فاسد عقیدے کے خلاف میں مندرجہ ذیل دلائل موجود ہیں۔

(۱) شرح مقاصد میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا بہ اجماع علماء محال ہے' کیونکہ تمام عقلاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جھوٹ بولنا عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔ اور اسی کتاب میں دوسری جگہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا کسی چیز سے بے خبر ہونا یا جھوٹ بولنا' دونوں ہی محال ہے' وہ ان چیزوں سے برتر ہے۔ اور اسی کتاب میں تیسری جگہ ہے کہ اگر اللہ

تعالیٰ کی خبر میں جھوٹ کا احتمال ہو تو بیشمار خرابیاں پیدا ہو جائیں اور اسلام پر بہت اعتراضات پڑیں اور فلاسفہ حشر میں گفتگو کو تیار ہو جائیں اور ملحدوں کو جھگڑا کا موقع ملے۔ کفار کا ہمیشہ جہنم میں رہنا یقینی ہے' اس پر سے بھی یقین اٹھ جائے۔ اسی طرح بہت سی خرابیاں پیدا ہو جائیں۔

(۲) شرح عقائد نسفی میں ہے۔ جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ پر محال ہے۔

(۳) شرح مواقف میں ہے۔ اہلسنّت اور معتزلہ سب کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا محال ہے۔ معتزلہ اس لئے محال کہتے ہیں کہ جھوٹ بُرا ہے اور اللہ تعالیٰ برا فعل نہیں کرتا۔ اور اہلسنّت کے نزدیک اس دلیل سے ناممکن ہے کہ جھوٹ عیب ہے' اور ہر عیب اللہ تعالیٰ پر بالاجماع محال ہے۔

(۴) مسایرہ میں ہے۔ جتنی نشانیاں عیب کی ہیں' جیسے جہل' کذب' سب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

(۵) امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قول وَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ (پ ۱۷ع ۱۳ آیت ۴۷) اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف ہرگز نہ کرے گا۔ یہ دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہر وعدہ اور وعید میں جھوٹ سے منزہ اور پاک ہے۔ ہمارے اصحاب اہلسنّت و جماعت اس دلیل سے اللہ کے جھوٹ کو ناممکن جانتے ہیں' کیونکہ وہ صفت نقص ہے اور اللہ تعالیٰ پر نقص محال ہے۔ اور دوسرے مقام میں فرماتے ہیں' دلائلِ قرآن و حدیث کا صحیح ہونا اس پر موقوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ محال مانا جائے۔ اور تیسرے مقام میں فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے جھوٹ بولنے کو جائز ماننا قریب کفر ہے۔

(۶) تفسیر بیضاوی میں وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا (پ ۵ ع ۸ آیت ۸۷) کے تحت میں ہے کہ اللہ اس آیت میں انکار کرتا ہے اس سے کہ کوئی اللہ سے زیادہ سچا ہو۔ اس کی خبر میں جھوٹ کا بالکل احتمال ہی نہیں' کیونکہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ پر محال ہے۔

(۷) تفسیر علامۃ الوجود میں یہی آیت وَمَنْ اَصْدَقُ کے بعد ہے۔ اس آیت کریمہ میں انکار ہے اس کا کہ کوئی اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا ہو' وعدہ میں یا اور کسی خبر میں' کیونکہ

اللہ تعالیٰ کا کذب تو ممکن ہی نہیں بخلاف اوروں کے۔

(۸) شرح عقائد جلالی میں ہے کہ جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔ اللہ کا جھوٹ بولنا ممکنات سے نہیں ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اسے شامل ہے۔

(۹) کنز الفوائد میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بحکم شرع اور بحکم عقل ہر طرح جھوٹ سے پاک ہے اس لئے کہ جھوٹ کو عقل خود بُرا سمجھتی ہے بغیر اس کے کہ شرع اس کی برائی بتائے۔ پس جھوٹ بولنا اللہ کے حق میں عقلاً و شرعاً ہر طرح محال ہے۔

(۱۰) مُلّا علی قاری حنفی ''شرح فقہ اکبر'' میں بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر کذب محال ہے۔

(۱۱) مولانا بحر العلوم ''فواتح الرحموت'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یقیناً سچا ہے یہاں کذب کا امکان ہی نہیں۔

شفاعت کا بیان

سرکار دو عالم ﷺ حشر کے میدان میں گنہگار مسلمانوں کی شفاعت کریں گے۔ یہ اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔ آپ کے سوا بھی جس نبی یا ولی یا عالم یا صالح یا شہید کو اللہ تعالیٰ سفارش کرنے کا اختیار دے گا وہ بھی شفاعت کریں گے۔ شفاعت کی جگہ کا نام مقام محمود ہے۔ اس مقام پر جا کر سفارش کرنے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ سے کر لیا ہے اور حضور ﷺ کا وہاں پہنچ کر شفاعت کرنا قرآن و حدیث دونوں سے ثابت ہے۔

(۱) قرآن شریف پندرہویں پارے میں ہے **عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا**۔ (پ۱۵ ع۹ آیت ۷۹)

ترجمہ: قریب ہے کہ بھیجے آپ ﷺ کو آپ کا رب مقام محمود میں۔ مقامِ محمود سے مراد مقام شفاعت ہے۔ یعنی مقام شفاعت پر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو شفاعت کیلئے بھیجے گا۔

(۲) قرآن شریف تیسویں پارہ میں ہے **وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی**۔ (پ۳۰ ع۱۸ آیت ۵)

ترجمہ: اور البتہ قریب ہے کہ دے گا آپ ﷺ کو آپ کا رب وہ چیز جس سے آپ ﷺ راضی ہو جائیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد شفاعت ہے۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو شفاعت کرنے کی اجازت دے گا تو آپ ﷺ خوش ہو جائیں گے۔

(۳) بخاری شریف کتاب التفسیر جلد ثانی میں ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: جس نے اذان سن کر اذان کے بعد کی دعا پڑھی' اس شخص کیلئے میری شفاعت قیامت کے دن واجب ہوگی۔ (مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب فضل الاذان واجابۃ المؤذن' پہلی فصل)

(۴) کنزالعمال میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہا' فرمایا رسول اللہ ﷺ نے' میں نے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو شفاعت کرنے کا حق عطا فرمایا۔ یہ شفاعت انشاء اللہ پہنچنے والی ہے اس شخص کو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرے۔

(۵) کنزالعمال میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب قیامت کے دن لوگ حضور ﷺ کے پاس آ کر شفاعت طلب کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مقام محمود پر شفاعت کیلئے بھیجے گا۔

(۶) طبرانی اور کنزالعمال میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ابھی جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو شفاعت عطا فرمائی۔

(کنزالعمال ج ۱۴ ص ۳۹۱۰۳)

(۷) کنزالعمال میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہا' فرمایا رسول اللہ ﷺ نے' میں اپنی امت کی سفارش کروں گا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے محمد (ﷺ) تم راضی ہوئے۔ میں کہوں گا' ہاں راضی ہو گیا۔

(کنزالعمال ۱۴/۶۳۷ (۳۹۷۵۸' شواہد الحق ص ۳۱۳)

(۸) طبرانی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو شخص میری زیارت کو آئے اور اس کو زیارت کے سوا اور کوئی حاجت نہ ہو تو قیامت کے دن میں اس کی سفارش کروں گا۔

(طبرانی کبیر ۱۲/۲۹۱ (۱۳۱۴۹) طبرانی اوسط ۵/۱۶ مجمع الزوائد ۴/۲)

(۹) بیہقی شریف میں ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کیلئے میری سفارش واجب ہو گئی۔

(سنن دار قطنی ۲/۲۷۸ شعب الایمان ۳/۴۹۰ نیل الاوطار ۵/۱۷۹)

(۱۰) بیہقی شریف میں ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: جس نے بامید ثواب مدینہ میں میری زیارت کی میں قیامت میں اس کا گواہ اور شفاعت کرنے والا ہوں گا۔

(معجم الکبیر للطبرانی ج ۱۲ (۱۳۱۴۹))

(۱۱) ابن ماجہ اور ترمذی میں ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: جو شخص مدینہ میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔

(۱۲) مسلم، ترمذی، ابوداؤد میں ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: جو شخص مدینہ کی سختی پر صبر کرے گا قیامت کے روز میں اس کی شفاعت کروں گا اور گواہ ہوں گا۔

(مسلم کتاب الحج)

اولیاء اللہ کے مزارات پر روشنی کرنے کا بیان

سوال کیا مزاروں پر روشنی کرنا جائز ہے؟

جواب اولیاء اللہ کے مزاروں پر یا کسی اور جگہ پر روشنی کرنا اگر کسی بہتر غرض و مقصد کی بناء پر ہو تو بلاشبہ جائز و مستحسن ہے۔ اس کو اسراف نہ کہا جائے گا۔ اور اگر کوئی بہتر غرض و مقصد نہ ہو تو وہ اسراف میں داخل اور ناجائز ہوگا۔

سوال وہ بہتر غرض جس کی بنا پر روشنی کرنی جائز ہے بیان کر دیجئے۔

جواب سنو، بہتر غرض کی متعدد مثالیں ہیں۔

(۱) اس جگہ پر مسجد بھی ہو تو اس سے مسجد روشن ہو گی اور اس روشنی سے نمازیوں کو بھی آرام ہوگا۔

(۲) قبر راستہ کے نزدیک ہو کہ روشنی کرنے سے راہ گیروں کو نفع پہنچے گا، اور مُردوں

کو بھی، کیونکہ مسلمان گزرنے والے قبروں کو سلام کریں گے اور فاتحہ پڑھیں گے اور دعا کریں اور ثواب پہنچائیں گے۔

(۳) قبر کے پاس اگر کوئی بیٹھا ہو یا زیارت یا ایصال ثواب کے غرض سے آیا ہو تو اس کو آرام ملے گا، اور اگر قرآن شریف دیکھ کر پڑھنا چاہے تو پڑھ سکے گا۔

سوال جب روشنی کرنی ایک قسم کی زینت ہے تو قبر پر زینت کرنے سے کیا فائدہ؟

جواب اس کے فوائد تیسرے نمبر میں بیان کئے جا چکے ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ یہ فعل عبث نہیں ہے، بلکہ بہتر غرض اور صحیح مقصد اس میں موجود ہے، اور جب اس قسم کی زینت کی ممانعت کسی کتاب سے ثابت نہیں تو مباح ہوگا۔

سوال قبروں پر روشنی کرنے کے جواز کے دلائل بیان کیجئے؟

جواب قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ۔ (پ۲۹ ع۱ آیت ۵)

ترجمہ: ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے زینت دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ چراغوں کا روشن کرنا زینت کا سبب ہے، اور اس زینت کی حرمت میں کوئی نص وارد نہیں۔ اگر ممانعت ہوتی تو صحابہ کرام روشنی سے زینت نہ کرتے۔

(۲) اس آیت کے تحت میں تفسیر روح البیان میں جو عبارت ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان کی زینت تاروں سے فرمائی ہے تو بندوں کو چاہیے کہ مساجد کی زینت چراغوں اور قنادیل سے کریں۔ اس لئے کہ خیر میں اسراف نہیں ہے۔ اس کے بعد مذکور ہے کہ مزاراتِ اولیاء اللہ پر قنادیل اور فانوس روشن کرنا ان کی تعظیم و اجلال کیلئے ہے اور روغن زیتون اور شمع مزار کے قریب جلانا اس میں بھی محبت و تعظیم نکلتی ہے۔ جب مقصد بہتر ہو تو اس سے منع کرنا ہرگز نہ چاہیے۔

(۳) فتح الباری شرح بخاری میں ہے۔ اگر نیت صالح ہو تو اس امر مباح پر بھی ثواب کی اُمید ہے۔

(۴) شرح طریقۂ محمدیہ جلد دوم میں ہے۔ حاشیہ دُرر و غرر میں فتاویٰ بزازیہ سے

نقل ہے کہ قبروں کی طرف روشنی لے جانا بدعت ہے اور مال کا ضائع کرنا ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے جب فائدہ سے خالی ہو اور اگر چراغوں کے روشن کرنے میں کوئی فائدہ ہو۔ مثلاً مقبرہ میں مسجد ہو یا گورستان راستہ کے پاس ہو یا وہاں کوئی شخص بیٹھا ہو یا کسی ولی یا محققین علماء میں سے کسی عالم کا مزار ہو تو وہاں روشنی جلانا ان کی روح پاک کی تعظیم کیلئے جو اپنے بدن کی خاک پر ایسی تجلی ڈال رہی ہے جیسا کہ آفتاب زمین پر تو یہ جائز ہے' تاکہ لوگ جانیں کہ کسی ولی کا مزار ہے اور اس سے برکت حاصل کریں اور وہاں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں' کیونکہ ان کی دعا مقبول ہے' یہ جائز ہے۔ اس کی ممانعت ہرگز نہیں' کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

(۵) ابوداؤد اور ترمذی میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض عبث بلا فائدہ قبروں پر روشنی کرنے والوں پر لعنت کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر عبث اور بے فائدہ ہو' بلکہ کسی فائدہ کی بنا پر ہو تو جائز ہے' اس کی ممانعت نہیں۔ غالباً مخالفین اسی حدیث سے ناجائز ہونے کی دلیل پیش کرتے ہیں اور پوری حدیث پر ان کی نظر نہیں۔ حدیث کا آخری جزو ہے۔ عَبَثًا مِّنْ غَيْرِ فَائِدَةٍ جس سے نتیجہ نکلا کہ فائدہ کی صورت میں ناجائز نہیں۔

(۶) سیرت حلبی جلد ثانی میں ہے کہ صحابہ کرام کا دستور تھا کہ جب عشاء کی نماز کا وقت ہوتا تو کھجور کی لکڑیاں جلا کر اُجالا کر لیتے تھے۔ جب ملک شام سے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو چند قندیل اور رسیاں اور روغنِ زیتون ساتھ لائے اور مسجد نبوی کے ستون میں قندیلوں کو لٹکا دیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا یہ روشنی کس نے کی ہے؟ حاضرین نے عرض کیا' حضرت تمیم داری نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نَوَّرْتَ الْإِسْلَامَ الخ یعنی تو نے اسلام کو روشن کر دیا۔

(۷) سیرت حلبی جلد ثانی کے دوسرے مقام پر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب نماز تراویح کیلئے لوگوں کو جمع کیا تو بہت سی قندیلیں مسجد میں روشن کر دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اس طرف گذر ہوا تو دیکھا مسجد جگمگا رہی ہے۔ اس وقت بہت خوش ہوئے اور دعا فرمائی اور

کہا: اے عمر (رضی اللہ عنہ) تم نے ہماری مسجد کو روشن کیا' خدا تمہاری قبر کو ایسا ہی روشن کرے۔

(۸) غنیۃ میں حضرت غوث الثقلین بڑے پیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دعا دی' اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی دی۔

ان تمام حدیثوں سے اور تفسیروں سے معلوم ہوا کہ روشنی کے ذریعہ زینت کرنا جبکہ اس میں تعظیم و اجلال اور محبت کا قصد ہو اور صحیح غرض ہو تو ممنوع نہیں ہے' ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین مسجدوں میں ضرورت سے زیادہ روشنی ہرگز نہ کرتے۔

اولیاء اللہ کیلئے جانور ذبح کرنے کا بیان

سوال زید نے ایک بکرا بڑے پیر رحمۃ اللہ علیہ کے فاتحہ کیلئے پالا' یا مرغ حضرت امام حسن' حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے فاتحہ کیلئے پالا۔ یا گائے یا دنبہ خواجہ صاحب یا مخدوم صاحب کے فاتحہ کیلئے پالا۔ پھر ان جانوروں کو اللہ کے نام پر ذبح کیا یا ذبح کرایا' اس کا کھانا مسلمانوں کیلئے از رُوئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

جواب اس کا کھانا بلاشبہ جائز ہے۔ جانور کے حلال ہونے کیلئے ذبح کے وقت بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا شرط ہے۔ جب ذبح کرنے والے نے بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھ کر جانور ذبح کر دیا تو جانور حلال ہو گیا' چاہے وہ جانور مسلمان کا ہو چاہے کسی کافر کا' چاہے مجوسی کا' اور چاہے کسی کے نام پر پالا گیا ہو یا بغیر نام کے پالا گیا ہو۔ ذبح سے پہلے اگر جانور کسی طرف منسوب کیا گیا تھا یا کسی کے نام پر پکارا گیا تھا وہ بالکلِ قابل اعتبار نہیں۔ صرف ذبح کے وقت کا اعتبار ہے۔

سوال بعض لوگ کہتے ہیں کہ جو جانور کسی کے نام پر پالا گیا ہو وہ اللہ کے نام پر ذبح کرنے سے بھی حلال نہ ہو گا۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب یہ بالکل غلط ہے۔ کیا تم نے یہ نہیں دیکھا اور سنا کہ ایک آدمی قربانی کا جانور پہلے سے خرید کر پالتا ہے اور کہتا ہے کہ اپنی یا فلاں کی قربانی کروں گا' اسی طرح گائے اور بکرا پالتا ہے اور بار بار کہتا ہے کہ بیٹا' بیٹی کی شادی کیلئے پالا ہے' یا فلاں کی دعوت کیلئے پالا ہے' یا داماد کو کھلانے

کیلئے یہ جانور رکھا ہے' وغیرہ وغیرہ۔ جب یہ سب جانور اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرنے سے حلال ہو جاتے ہیں تو وہ جانور اللہ کے نام پر ذبح کرنے سے کیوں حرام ہو جائیں گے۔

سوال وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ کا مطلب ایک جماعت یہ بیان کرتی ہے کہ جو جانور کسی ولی یا بزرگ کے نام پر پالا گیا ہو' وہ اللہ کے نام پر ذبح کرنے سے بھی حلال نہ ہوگا۔ کیا اس کا مطلب یہی ہے؟

جواب یہ مطلب بالکل غلط ہے۔ حضرات مفسرین نے جو مطلب اس کا بیان کیا ہے' اس میں سے تھوڑا میں سناتا ہوں۔

(۱) مفرداتِ راغب میں ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جو جانور بتوں کیلئے ذبح کیا گیا اور ذبح کے وقت اس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا (وہ حرام ہے)

(۲) تفسیر جلالین میں ہے۔ اہلال کے معنیٰ آواز بلند کرنے کے ہیں' اور اس سے مراد یہ ہے کہ جو جانور بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا (وہ حرام ہے)

(۳) تفسیر مدارک میں ہے کہ جو جانور بتوں کیلئے ذبح کیا گیا اور اس پر اللہ کے نام کا ذکر نہ کیا یعنی لات وعُزّٰی کے نام پر ذبح کیا گیا (وہ حرام ہے)

(۴) تفسیر لباب میں ہے کہ جو جانور بتوں اور باطل معبودوں کیلئے ذبح کیا گیا اور بوقتِ ذبح ان باطل معبودوں کا نام لیا گیا (وہ حرام ہے)

(۵) تفسیر علّامہ ابوالسعُّود میں ہے کہ جس جانور پر ذبح کے وقت بتوں کا نام لیا گیا (وہ حرام ہے)

(۶) تفسیر کبیر جلد دوم میں ہے کہ جو جانور بتوں کیلئے ذبح کیا گیا ہو۔ یعنی جس پر غیر اللہ کا نام بوقت ذبح لیا گیا ہو (وہ حرام ہے)

(۷) تفسیر احمدی میں ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو جانور غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو' مثلاً لات وعُزّٰی وغیرہ بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو یا انبیاء علیہم السلام وغیرہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو (وہ حرام ہے)

(۸) ان تمام تفسیروں سے وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ کا مطلب ظاہر ہو گیا' اور یہ

مسئلہ روشن ہوگیا کہ جو جانور کسی نبی یا ولی یا بزرگ کے فاتحہ کی غرض سے پالا جائے یا اور کسی کے نام پر پکارا جائے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا جائے وہ بلاشبہ حلال اور اس کا کھانا جائز ہے۔اس کو حرام قرار دینا قرآن پاک اور تفاسیر کے فیصلے کے خلاف ہے۔

کفن پر کلمہ وغیرہ لکھنے کا بیان

سوال کیا کفن پر اور مُردہ کی پیشانی پر کلمہ وغیرہ لکھنا جائز ہے؟

جواب ہاں' جائز ہے۔

سوال اس کے جائز ہونے کی دلیل مجھے بتائیے۔

جواب سنو'اس کے جواز کے دلائل یہ ہیں۔

کتاب الاستحسان میں ہے کہ حضرت امام صفّار رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا کہ اگر میت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھ دیا جائے تو اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بخش دے اور عذابِ قبر سے محفوظ رکھے۔

(۲) درمختار میں ہے کہ مُردہ کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھنے سے اس کیلئے بخشش کی اُمید ہے۔

(۳) درمختار میں ہے کہ ایک شخص نے وصیت کی تھی کہ ان کی پیشانی اور سینہ پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھ دی جائے۔چنانچہ لکھ دی گئی' پھر وہ خواب میں نظر آئے تو ان سے حال دریافت کیا گیا۔انہوں نے فرمایا کہ جب میں قبر میں رکھا گیا تو عذاب کے فرشتے آئے اور میری پیشانی پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ دیکھ کر کہا کہ تجھے عذابِ الٰہی سے امان ہے۔

(۴) امام ترمذی نے نوادر الاصول میں روایت کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس دعا کو کسی پرچہ پر لکھ کر میت کے سینہ پر کفن کے نیچے رکھ دے تو اسے عذاب قبر نہ ہو اور منکر نکیر نظر نہ آئیں۔وہ دعا یہ ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

لَہٗ الْمُلْکُ وَلَہٗ الْحَمْدُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

(۵) حضرت امام طاؤس رحمۃ اللہ علیہ تابعی، شاگرد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے کفن میں عہد نامہ لکھنے کی وصیت کی، اور ان کی وصیت کے مطابق کفن میں لکھ دیا گیا۔

(۶) حضرت کثیر رضی اللہ عنہ جو کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لڑکے ہیں اور صحابی ہیں، خود اپنے کفن پر کلمۂ شہادت لکھا۔

(۷) فقیہ ابن عجیل رحمۃ اللہ علیہ نے عہد نامہ کے متعلق فرمایا کہ جب یہ لکھ کر میت کے ساتھ قبر میں رکھ دیا جائے تو اللہ تعالیٰ اسے سوالِ منکر نکیر اور عذابِ قبر سے محفوظ رکھے گا۔ اور ایک دوسری دعا کے متعلق فرمایا کہ جب وہ کفن میں لکھ دیا جائے تو قیامت تک اللہ اس سے عذاب اٹھالے گا۔

(۸) امام حافظ ابن حجر مکی شارح بخاری نے اپنے فتاویٰ میں تسبیح کے متعلق لکھا ہے کہ جب اسے لکھ کر میت کے سینہ اور کفن کے بیچ میں رکھ دیا جائے تو اسے عذابِ قبر نہ ہو اور منکر نکیر اس کے پاس نہ آئیں۔

قبر میں شجرہ رکھنے کا بیان

جب قبر میں دعا وغیرہ کا لکھنا برکت حاصل کرنے کیلئے اور عذابِ قبر سے بچانے کیلئے اور منکر نکیر کے سوالات سے محفوظ رکھنے کیلئے حدیث وفقہ کی کتابوں سے ثابت اور جائز ہے تو قبر میں شجرہ رکھنے کی غرض بھی یہی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور نیک بندوں کے ناموں سے برکت حاصل کی جائے اور ان کا وسیلہ پکڑا جائے تاکہ مردہ عذابِ قبر اور سوال منکر نکیر سے محفوظ رہے، یہ بھی بلاشبہ جائز ہے۔

سوال کیا بزرگوں کے ناموں سے برکت لینا اور ان کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے؟

جواب ہاں، جائز ہے اور قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اس کی بڑی تفصیل اوپر گذر چکی، استمداد کا بیان دیکھ لو۔

سوال کیا مُردوں کو بزرگوں کے نام سے فائدہ پہنچتا ہے؟

جواب ضرور، بزرگوں کے ناموں سے اور ان کی چیزوں سے اور دیگر متبرک چیزوں سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔

سوال اس کی کوئی مثال پیش کیجئے۔

جواب (۱) بخاری اور مسلم میں ہے کہ حضرت اُمّ عطیہ صحابیہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب یا حضرت کلثوم کو بعد انتقال کے غسل دے رہی تھیں تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب غسل ہو جائے تو مجھے خبر دینا۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب میں نے آپ کو خبر دی تو آپ نے تہبند مبارک ہماری طرف ڈال دیا اور ارشاد فرمایا کہ یہ ان کے بدن کے متصل کفن کے نیچے رکھ دو۔ (مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب غسل المیت وتکفینہ پہلی فصل)

(۲) حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی ''اشعۃ اللمعات'' میں اس حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں کہ ''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صالحین کے لباس اور آثار سے برکت لینا قبر میں بھی مستحب ہے جیسا کہ موت کے قبل مستحب تھا''۔

(۳) حضرت علامہ بدرالدین عینی حنفی، شارح بخاری، اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ صالحین کی چیزوں سے برکت حاصل کرنے کی یہ اصل اور دلیل ہے۔

(۴) حضرت علامہ قسطلانی شارح بخاری اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے یہ اس لئے کہا تھا تاکہ لباس مبارک کی برکت ان کو پہنچے۔

(۵) حضرت امام نووی شارح بخاری اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ تہبند مبارک پہنانے میں حکمت اس لباس سے برکت دینا ہے، اور اس میں آثار صالحین اور ان کے لباس سے برکت لینے کی دلیل ہے۔

(۶) ابن السکن محدث نے روایت کیا ہے کہ حضرت امام ثابت بنانی تابعی فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ موئے مبارک میرے پاس نبی کریم ﷺ کا ہے، جب میں مروں تو اسے میری زبان کے نیچے رکھ دینا۔ چنانچہ وہ وصیت پوری کی گئی اور دفن کے وقت موئے مبارک ان کی زبان کے نیچے رکھ دیا گیا۔

(۷) اخبار الاخیار میں حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی اپنے والد ماجد کے

متعلق فرماتے ہیں کہ جب ان کے انتقال کا وقت قریب آیا تو فرمایا: چند ایسے شعروں کو کاغذ پر لکھو جس میں قصور کی معافی اور مغفرت کا تذکرہ ہو اور وہ کاغذ میرے کفن میں دے دینا۔

(۸) کتاب استیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت فرمایا کہ یہ کرتہ نبی کریم ﷺ نے مجھے انعام دیا ہے' اس کو آج کیلئے چھپا رکھا تھا' اور یہ مُوئے مبارک اور ناخن بھی حضور نبی کریم ﷺ کے ہیں' یہ بھی آج کیلئے اٹھا رکھا تھا۔ جب میں مر جاؤں تو یہ کرتہ میرے کفن کے نیچے بدن کے متصل رکھ دینا اور موئے مبارک و ناخن کو میرے منہ اور آنکھوں و پیشانی وغیرہ پر رکھ دینا۔

(۹) مستدرک میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس مشک تھا' انہوں نے فرمایا کہ میرے مرنے کے بعد مجھے لگا دیا جائے' یہ حضور نبی کریم ﷺ کا بچا ہوا مشک ہے۔

(۱۰) بیہقی شریف میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس حضور نبی کریم ﷺ کی ایک چھڑی تھی' وہ ان کے سینے اور قمیص کے نیچے ان کے ساتھ ان کے حکم سے دفن کی گئی۔

ان تمام حدیثوں سے معلوم ہوا کہ صُلحا کی متبرک چیزوں سے مُردوں کو نفع پہنچتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اسی طرح اللہ کے محبوب اور نیک بندوں کے ناموں سے اور ان کے وسیلے سے زندوں کو اور مُردوں کو فائدہ پہنچتا ہے' جس کی بیشمار مثالیں اوپر مذکور ہو چکیں' اور قبر میں شجرہ رکھنے کی غرض یہی ہوتی ہے کہ ان بزرگوں کے ذریعہ اپنے رب کے حضور میں بخشش اور رحمت و مغفرت کے طالب ہیں۔

(۱۱) تفسیر روح البیان جلد دوم میں ہے کہ قبر میں شجرہ رکھنا برکت حاصل کرنے کیلئے ہے۔

(۱۲) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رسالہ فیض عام میں تحریر فرماتے ہیں کہ قبر میں شجرہ رکھنا بزرگانِ دین کے معمول میں سے ہے۔

کلمۂ طیبہ کا ثواب مُردوں کو بخشنا

جس طرح مُردوں کو قرآن پاک کا ثواب پہنچتا ہے اور وہ مُردے کی مغفرت کا ذریعہ ہے' اُسی طرح مُردوں کو کلمۂ طیبہ کا ثواب پہنچتا ہے اور یہ بھی مغفرت کا ذریعہ ہے۔

(۱) حضرت شیخ اکبر محی الدین عربی نے فرمایا کہ مجھے نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث پہنچی تھی کہ جو شخص ستر ہزار بار کلمۂ طیبہ پڑھے گا اس کی مغفرت ہوگی' اور جس کیلئے اتنی مرتبہ پڑھا جائے گا اس کی بھی مغفرت ہوگی۔ چنانچہ میں نے ستر ہزار کلمۂ طیبہ پڑھا اور اس میں کسی کیلئے خاص نیت نہ کی۔ میں ایک مرتبہ اپنے بعض دوستوں کے ساتھ ایک دعوت میں گیا' وہاں ایک جوان بھی تھا' جس کے کشف کا حال بہت مشہور تھا۔ کھانا کھاتے کھاتے بہت رونے لگا۔ میں نے سبب پوچھا۔ اس نے کہا کہ میں اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں۔ اس وقت میں نے ستر ہزار کلمے کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا۔ فوراً وہ جوان ہنسنے لگا اور کہا کہ میں اپنی ماں کو اچھے حال میں دیکھتا ہوں۔

(۲) حضرت مجدّدِ الف ثانی کے مکتوبات جلد دوم میں ہے۔ آپ نے اپنے دوستوں سے کہا کہ ستر ہزار بار کلمۂ طیبہ پڑھ کر میرے بھائی اور بہن کو بخش دو۔

(۳) الدر المنظوم ملفوظات حضرت سیّد جلال الدین جہانیاں جہاں گشت میں ہے کہ جو شخص کلمۂ طیبہ ایک لاکھ مرتبہ پڑھے اور اس کا ثواب مردوں کو بخش دے اللہ تعالیٰ اس مردے کو بخش دیتا ہے' اگرچہ وہ سزا کا مستحق ہو۔

(۴) حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے کسی مرید کا رنگ یکا یک متغیر ہوگیا۔ آپ نے سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ میں اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لاکھ یا پچھتر ہزار مرتبہ کلمۂ طیبہ پڑھا تھا' اس کی ماں کو بخش دیا' اور اس کو اطلاع نہ کی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے اس جوان کو ہشاش بشاش پایا۔ پھر سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ اب میں اپنی والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں۔

غرض کہ کلمۂ طیبہ کی بڑی فضیلت ہے اور مردوں کیلئے مغفرت کا بہترین ذریعہ ہے۔

تم بتوفیق اللہ تعالیٰ و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العٰلمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ خیر خلقہٖ سیّدنا محمد واٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین ○

سنہ تالیف

۱۳۶۹ ھجری' ماہ شوال المکرم



آقا تیری شانؐ کی خاطر

دل بھی حاضر جان بھی حاضر

رِیاضُ الجنانؑ فی حُبِّ حبیبِ الرحمٰنؐ ﷺ

المعروفؑ

جنّتی باغ

ازقلم

حافظ محمدؐ یونسؒ نظامی

فاضل جامعہ نظامیہ لاہور

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے

- حضور ﷺ کی ذات سے محبت
- بے جان چیزوں کی حضور ﷺ سے محبت
- نبی اکرم ﷺ کی استعمال شدہ اشیاء سے محبت
- نبی اکرم ﷺ کی عطا کردہ اشیاء سے محبت
- نبی اکرم ﷺ کے فضلاتِ مبارکہ (پسینہ، ناخن وغیرہ) سے محبت
- فضیلت کا معیار
- نبی اکرم ﷺ کے گستاخوں کو جواب دینا
- نبی اکرم ﷺ کے نام سے محبت
- نبی اکرم ﷺ کی پسند و ناپسند کا لحاظ اور محبت
- آقا کریم ﷺ کے چہرۂ انور سے محبت
- نبی اکرم ﷺ سے محبت کا صلہ